مجلس خدّام الاحمدیّہ مرکزیّہ کا ترجمان
Digitized By Khilafat Library Rabwah
ماہنامہ
خالد
ربوہ
اکتوبر ۱۹۶۵ء
ایڈیٹر
لطف الرحمان محمود
فی پرچہ ۶۲ پیسے
سالانہ قیمت چھ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

المصلح الموعود

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۱ — شمارہ ۱۲
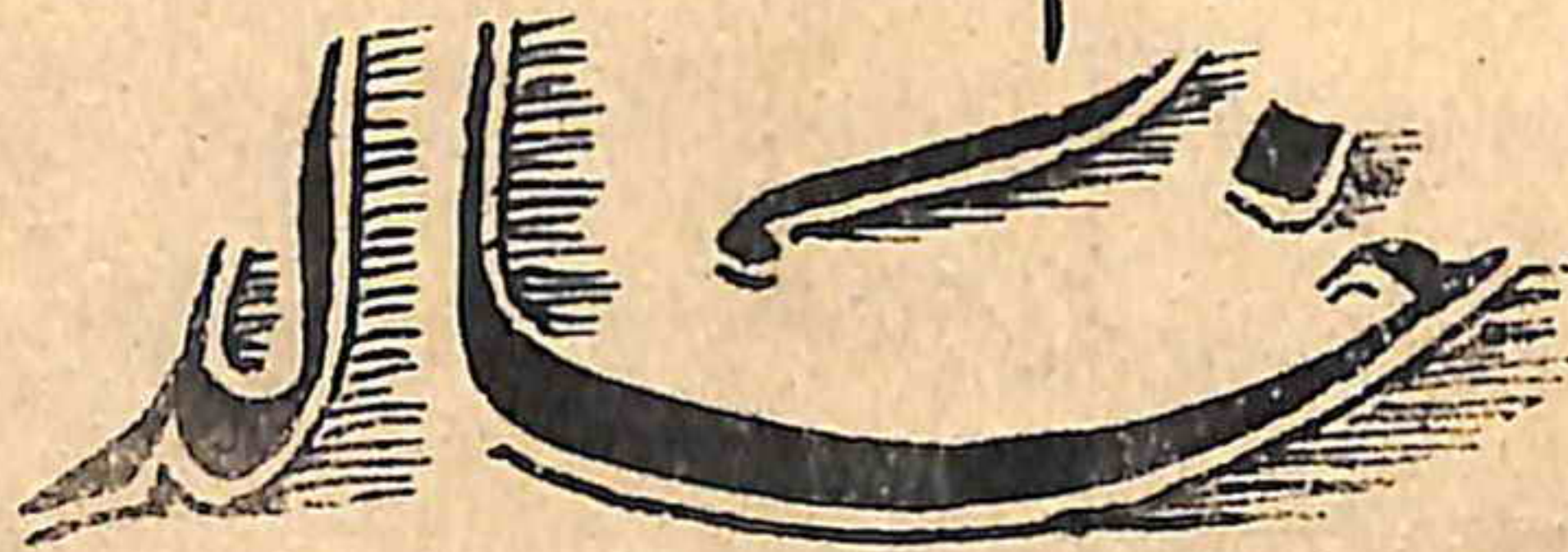
جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ — اخاء ۱۳۴۴ ہش

اکتوبر ۱۹۶۵ء

سرپرست

حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد مدظلہ

صدر مجلس خدام الاحمدیہ

ایڈیٹر

لطف الرحمن محمود

نائب

محمد شفیق قیصر

(سید عبد الباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

ترتیب

اداریہ

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ (حج:۴۰)
وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ (حج:۷۹)

بُنیانٌ مرصوص ہو کر جہاد کا حق ادا کرو!

۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو ایک طویل جدّ و جہد، اور بے شمار مالی اور جانی قربانیوں کے بعد برِّ صغیر کے مسلمان اسلام کے نام پر اسلامی معاشرہ کی نشو و نما کے لئے ہندو اور انگریز سامراج کی شدید مزاحمت اور منافقت کے باوجود ایک علیحدہ وطن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جو تاریخ عالم میں اپنی نوعیت کا واحد واقعہ ہے!! اس دن سے "پاکستان" ——— دُنیا میں اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کا ایک امید افزا "اشارہ" (Symbol) یا مظہر بنا ہوا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے، جہاں افراد کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کے باوجود تمام اسلامی ممالک سے زیادہ اسلام کا درد رکھنے والے، اور اسلام کی خاطر غیرت رکھنے والے مسلمان اسلامی اصولوں کے احیاء کی کوشش میں مصروف ہیں۔ ساتھ ساتھ یہ ملک اپنے تعمیری منصوبوں میں بھی بڑی تیزی سے اپنا قدم آگے بڑھا رہا ہے۔ اور ترقی پذیر ممالک کی صف میں ترقی کی منازل طے کرنے کے اعتبار سے سب سے آگے ہے۔ الحمد للہ علیٰ احسانہٖ۔

مگر ہمارے بدترین ہمسائے "بھارت" کو یہ سب کچھ ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ پاکستان روزِ اوّل ہی سے اس کی ناپاک اور ہوسناک آنکھ میں خار کی طرح کھٹک رہا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہندو سامراج نے پاکستان کو دل سے تسلیم ہی نہیں کیا تھا اور ہر لحاظ سے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ ہندوؤں اور انگریزوں نے سازش کر کے پاکستان کو سر ریڈ کلف کی بندر بانٹ کے ذریعے بعض علاقوں سے محروم کر دیا۔ اُس وقت کے حالات کی روشنی میں بھارتی سامراج کو بجا طور پر یقین تھا کہ پاکستان ختم ہو جائے گا مگر اس مملکتِ خداداد کے سر پر خدا کا سایہ تھا اور حالات کی نامساعدت کے باوجود یہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتا رہا۔ بھارت، اندر ہی اندر اس ملک کو ختم کرنے کے منصوبے کرنے لگا اور اپنے سامراجی عزائم کی تکمیل کے لئے بعض اور سامراجی طاقتوں سے گٹھ جوڑ کرنے شروع کر دیئے اور ساتھ ساتھ ہوسِ ملک گیری کے مظاہرے بھی جاری رکھے۔ ہندو سامراج نے کشمیر، حیدرآباد اور جوناگڑھ غصب کر لئے۔ اسی طرح گوا بھی ہتھیا لیا۔ چین کی حدود میں بھی داخل ہونے کی کوشش کی۔ ناگاؤں کو وطن میں بے وطن کر دیا۔ سکھوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ اس ظالمانہ حکومت کے استبداد

اور ظلم کا سب سے زیادہ شکار خصوصاً کشمیری مسلمان ہوئے اور عموماً ہند کے دوسرے مظلوم مسلمان۔ اٹھارہ برس سے کشمیری مسلمان بھارتی سامراج کے استبدادی شکنجوں میں تڑپ رہے ہیں۔ اسی طرح ہند کے دوسرے مسلمانوں کی جان، مال، عزت و آبرو قطعاً غیر محفوظ ہے اور وہ حکومت اور فرقہ پرست بھارتیوں کے ہاتھوں سخت پریشان ہیں !! یہ کون نہیں جانتا کہ ہندوستان میں اکثر مسجدیں منہدم کر دی گئیں —— قبرستان کھیت بنا دیئے گئے —— مسلمان زندہ جلا دیئے گئے —— عصمتیں لوٹی گئیں —— جائیدادیں تباہ کی گئیں —— اور جرم کیا تھا؟ —— "اسلام" پہ یقین !!

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○

لیکن ظلم کی ایک [illegible] ہے۔ آخر لاوا پھوٹ پڑتا ہے۔ اگست میں مظلوم کشمیری مسلمانوں نے جنگِ آزادی کا عَلم بلند کیا۔ اس جنگِ آزادی میں بھارتی سامراج نے شکست کھانے کے بعد رات کی تاریکی میں پاکستان پر بزدلانہ حملہ کیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس درندہ ملک نے پاکستان کے خلاف مختلف محاذ کھول دیئے اور اپنی ساری فوجی طاقت میدانِ جنگ میں جھونک دی —— امریکہ سے چین اور "کمیونزم" کے خلاف استعمال کرنے کا وعدہ دیکر حاصل کیا ہوا اسلحہ پاکستان کے خلاف استعمال کیا۔ بلکہ نہایت بزدلی کے ساتھ شہری آبادیوں پر بم برسائے —— یہ ہمارے پیارے مولیٰ اور آسمانی آقا کا فضل و کرم ہے کہ تعداد میں کم ہونے کے باوجود ہماری دلیر اور بہادر فوجوں نے ہر محاذ پر دشمن کی ظالمانہ جارحیت کا کامیابی کے ساتھ دفاع کیا ہے —— آج بھارت کے ہٹلر طبع جنگی ناخداؤں کی بد اندیشی کی وجہ سے نہ صرف ایشیا بلکہ دنیا کا امن خطرے میں پڑ چکا ہے !!

دشمن کے بزدلانہ حملہ کے بعد سے پاکستان میں "ہنگامی حالت" کا اعلان کر دیا گیا ہے —— ہندوستان کے صدر ڈاکٹر رادھا کرشنن نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ "پاکستان سے ہم اس لئے لڑ رہے ہیں کہ وہ ہمارے اصولوں سے ٹکراتا ہے یعنی پاکستان ایک مذہبی ملک ہے" ——

یہ جنگ پاکستانیوں پر اس لئے مسلط کی گئی ہے۔ الا ان یقولون ربنا اللّٰہ !! ہندوستان کی پاکستان کے خلاف جنگ —— مذہب یعنی اسلام کے خلاف جنگ ہے —— اس جارحیت کا منہ توڑنے کے لئے پاکستان کا ہر مسلمان میدانِ عمل میں اتر چکا ہے۔ ہر مسلمان پر جہاد فرض ہو چکا ہے۔ ہمارے بہادر جاں نثار فوجی بھائی مختلف محاذوں پر اسلام کے اس قلعے کا دفاع کر رہے ہیں۔ باقی شہری اس طرح جہاد میں شریک ہو سکتے ہیں کہ وہ حکومت کی ہدایات کے مطابق منظم رنگ میں مجاہدوں اور حکومت کی مدد کریں —— دعا سے —— مال سے —— دیگر وسائل سے —— زخمیوں کی امداد کر کے —— خون کا عطیہ دیکر

—— اشیائے صرف کا عطیہ دے کر —— ملک دشمن عناصر اور جاسوسوں کی نگرانی، تلاش اور گرفتاری میں مدد دے کر —— افواہوں کا قلع قمع کر کے —— قانون اور حکام کے ہنگامی احکام کی اطاعت کر کے۔ ضرورت ہے کہ صدرِ مملکت کے دفاعی فنڈ میں تمام شہری اپنی بساط کے مطابق بلکہ اپنی بساط سے بڑھ کر دل کھول کر چندہ دیں !!۔

پاکستانی اس مالی جہاد میں بھی بڑے جوش و خروش سے حصہ لے رہے ہیں مگر وقت کی نزاکت کے پیشِ نظر ع
نرخ بالا کُن کہ ارزانی ہنوز !

ہم یہاں پاکستان کی بری، فضائی اور بحری افواج کے جوانوں کو ان کی نمایاں کامیابیوں پُرخلوص طور پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ان کی مزید کامیابیوں کے لئے مجسم دُعا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس طرح نصرت فرمائے جس طرح اُس نے بدر میں مسلمانوں کی مدد فرمائی تھی۔ اسی طرح شہیدانِ وطن کی بلندیٔ درجات کیلئے بھی دُعاگو ہیں۔

یہ ایسا وقت ہے کہ ہر پاکستانی شہری کو سر دھڑ کی بازی لگا دینی چاہیئے، پاکستان ایک عام ملک نہیں۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ملک اور وطن ہے۔ یہ اسلام کی سرزمین ہے۔ یہ خدا کی امانت ہے۔ اگر ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زمین کے ایک ایک چپے کی حفاظت کرنے کے لئے خواہ کتنی ہی عظیم الشان قربانی کیوں نہ دیں وہ پھر بھی کم ہے ؎

دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ
نباشد نیز شایانِ محمدؐ

جماعت احمدیہ کے افراد اور نوجوانوں پر خاص طور پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مقامِ مسرت ہے کہ پاکستان کے احمدی اپنے محبوب امام کی قیادت میں اس نازک مرحلے میں وطنِ عزیز کی حفاظت کے لئے سرگرمِ عمل ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ فتح حق کی ہوگی۔ مومن جیتیں گے۔ خدا کی سُنّت ہے کہ وہ تعداد میں کم بندوں کو جو اُس کے نام کے لئے لڑتے ہیں تعداد میں زیادہ ظالموں پر غلبہ بخشتا ہے۔ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ ط

مجلس اقوام کی اپیل اور مسئلہ کشمیر کے حل کی یقین دہانی پر صدرِ مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے امنِ عالم کے مفاد میں ۲۳ ستمبر کی صبح کے تین بجے سے فائر بند کرنے کا اعلان کیا ہے مگر پاکستان کی جری افواج

اپنی موجودہ پوزیشن برقرار رکھیں گی اور بھارتی جارحیت کی صورت میں فوراً حرکت میں آجائیں گی۔ جس طرح ہم نے اخلاقی میدان میں فتح حاصل کی ہے اسی طرح فوجی میدان میں بھی ہماری ہی فوقیت ظاہر ہوئی ہے اور وقت آنے پر انشاء اللہ تعالیٰ ہماری ہی جیت ہوگی ۔!!

صدرِ مملکت نے اپنے اس اعلان میں عوام سے جو توقعات وابستہ کی ہیں ہمارا فرض ہے کہ ایک زندہ قوم کے بہادر افراد اور اسلامی مملکت کے باشعور شہریوں کی حیثیت سے انہیں ہر قیمت پر پورا کرنے کی سعی اور جدوجہد میں مصروف رہیں۔!!

اجازتِ رخصت

افسوس ہے کہ خاکسار کو تعلیم و تدریس کے لئے ربوہ سے باہر جانا پڑا ہے ۔ مرکز سے جُدائی کی وجہ سے یہ عاجز ایڈیٹر کی حیثیت سے "خالد" کی خدمت کے شرف سے محروم ہو جائے گا ۔ "خالد" سے میرا یہ تعلق زیادہ طویل نہیں لیکن بفضلہٖ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب مدظلہ العالی کی توجہ، شفقت اور فیضِ نظر سے حقیر سی خدمت کا موقع مل گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ "خالد" سے میرا قلمی تعلق ہمیشہ قائم رہے گا اور حتی المقدور خدام الاحمدیہ کے اس ترجمان کے مقاصد کے لئے کوشش کرتا رہوں گا ۔ میں ان تمام اصحاب و احباب کا صمیمِ قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو ایڈیٹر کی حیثیت سے مجھے فرائض کی سرانجام دہی میں مدد دیتے رہے ہیں۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

احقر العباد ۔ لطف الرحمٰن محمود

کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سرِ دارم فدائے خاکِ احمدؐ   دِلم ہر وقت قربانِ محمدؐ

میرا سر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہے۔ میرا دل ہر وقت اور ہر لمحہ آپ پر قربان ہے۔

دریں راہ گر کشندم ور بسوزند   نتابم رُو زِ ایوانِ محمدؐ

اس راہ میں اگر مَیں قتل کر دیا جاؤں یا جلا دیا جاؤں تو مَیں پھر بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے منہ نہ موڑونگا

بکارِ دیں نترسم از جہانے   کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ

مَیں دین کے معاملہ میں دُنیا سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ مجھ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ پایا جاتا ہے۔

دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ   نباشد نیز شایانِ محمدؐ

اگر مَیں اِس راہ میں سَو بار بھی جان قربان کر دوں تو پھر بھی مجھے افسوس رہیگا اس لئے کہ یہ قربانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہیں

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را   کہ ناید کس بہ میدانِ محمدؐ

اللہ تعالیٰ نے اس جوان کو کس قدر ہیبت عطا کی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میدان میں کوئی بھی مقابلہ پر نہیں آتا۔

اَلا اے دشمنِ نادان و بے راہ   بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ

اے نادان اور گمراہ دشمن! حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر جا!

کرامت گرچہ بے نام و نشاں است   بیا بنگر زِ غلمانِ محمدؐ

اگرچہ اب کرامت کا نام ونشان دنیا میں نہیں ملتا۔ مگر تُو آ اور اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں دیکھ لے۔

("آئینہ کمالاتِ اسلام" کے ایک طویل قصیدے سے)

کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہ

بَلا کی آگ برستی ہے آسماں سے آج
ہیں تیر چھوٹ رہے تقدیر کی کماں سے آج

اُٹھ اور اُٹھ کے دکھا زورِ حُبِّ ملّت کا
یہ التجا ہے مری پیر اور جواں سے آج

وہ چاہتا ہے کہ ظاہر کرے زمانہ پر
ہمارے دل کے ارادے اِس امتحاں سے آج

جو دِل کو چھید دے جا کر عدُوِّ مسلم کے
وہ تیر نکلے الٰہی مری کماں سے آج

خدا ہماری مدد پر ہے جو کہ ہیں مظلوم
مٹائے گا وہ عدُو کو مرے جہاں سے آج

جَلا کے چھوڑیں گے اعدائے کینہ پرور کو
نکل رہے ہیں جو شعلے دلِ تپاں سے آج

ہزار سال مسلماں نے تجھ کو پالا ہے
یہ غیظ تجھ میں اُبھر آیا ہے کہاں سے آج

جو قلبِ مومنِ صادق سے اُٹھ رہی ہے دُعا
اُتر رہے ہیں فرشتے بھی کہکشاں سے آج

ہمارے نیک ارادوں پہ اِس قدر شبہات
خدا ضرور ہی نپٹے گا بدگماں سے آج

عدو یہ چاہتا ہے ہم کو لامکاں کر دے
ہمیں بھی آئے گی امداد لامکاں سے آج

فرشتے بھر رہے ہیں اس کو اپنے دامن میں
نکل رہی ہے دعا جو مری زباں سے آج

پڑے گی روح نئی جسمِ زارِ مسلم میں
وہ کام ہو گا مرے جسمِ نیم جاں سے آج

دعائیں شعلۂ جوّالہ بن کے اتریں گی
جلا کے رکھ دیں گے اعداء کو ہم فغاں سے آج

جیوشِ ابرہہ کو تہس نہس کر دے گی
اڑے گی فوجِ طیور اپنے آشیاں سے آج

شہید ہوں گے جو اسلام کی حفاظت میں
ملاقی ہوں گے وہی اپنے دلستاں سے آج

انہیں کے نام سے زندہ رہے گا نامِ وطن
گھروں سے نکلیں گے جو ہاتھ دھو کے جاں سے آج

ہمیں وہ دامنِ رحمت سے ڈھانپ لیں گے ضرور
بھریں گے گھر کو ہمارے وہ ارمغاں سے آج

مشامِ جاں کو معطّر کرے گی جو خوشبو
مہک رہی ہے وہی میرے بوستاں سے آج

قربانی، توکّل اور دُعا ــــ فتح کی کُنجیاں

قرآن پاک کی آیات کی پُر معارف تفسیر!

(فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

سورۂ بقرہ کی آیات

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

(البقرۃ آیت ۱۵۴-۱۵۵)

کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

صبر اور صلوٰۃ کا تعلق تکلیفوں کے وقت سے ہی ہوتا ہے۔ پہلے یہود کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف کے موقعہ پر فرمایا تھا کہ صبر اور صلوٰۃ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے اس کی مدد مانگو (بقرہ آیت ۴۶) اب فتح مکہ کے موقعہ پر فرماتا ہے کہ جنگ کے موقعہ پر تمہیں تکلیفیں تو بے شک ہوں گی اور تمہارے

اقرباء بھی شہید ہوں گے

لیکن اس تکلیف پر بزدلی نہ دکھانا بلکہ استقلال سے قربانیاں کرتے چلے جانا اور تکالیف کے موقعہ پر اپنے خدا سے صبر اور دُعا کے ذریعہ سے مدد مانگنا۔

اس آیت میں عظیم الشان مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان کے لئے کسی تکلیف پر رونا یا اس کے دل میں درد کا احساس پیدا ہونا منع نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کو

کئی قسم کی مشکلات

کا سامنا کرنا پڑے گا اور تم ان کو محسوس بھی کرو گے لیکن میں تمہیں اس درد کا علاج یہ بتاتا ہوں کہ صبر اور دعا کو کام میں لاؤ۔ یہ نہیں فرمایا کہ قطعی طور پر کسی تکلیف کو محسوس ہی نہ کرو۔ احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نواسہ فوت ہونے لگا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرا دل سخت نہیں بنایا۔ غرض

درد کا احساس

منع نہیں۔ ہاں ہمت ہار کر کام چھوڑ دینا اور جزع فزع

کرنا منع ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ تکالیف تو ہوں گی اور تلوار تو چلے گی اور تمہاری گردنیں بھی کٹیں گی لیکن ان پر صبر سے کام لینا اور استقلال سے اپنے کام میں لگے رہنا۔ ہم تمہیں یہ نہیں کہتے کہ تمہیں غم کا احساس نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ ایک طبعی جذبہ ہے جو روکا نہیں جاسکتا۔ ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ان قربانیوں میں استقلال سے حصہ لو اور اپنے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہ آنے دو۔ مگر پھر فرمایا کہ یہ تو دنیوی تدابیر ہیں۔ تمہارا اصل کام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور دعاؤں سے اس کی مدد چاہو۔ جب تک تم خدا تعالیٰ پر کامل توکل نہیں کرو گے اور اس سے دعائیں کرنا اپنا معمول نہیں بناؤ گے اس وقت تک تمہیں فتح حاصل نہیں ہو گی۔

دیکھو ایک نادان اور کم عقل بچہ بھی جب اُسے کوئی ڈراتا ہے تو فوراً اپنی ماں کے پاس بھاگ جاتا ہے اور ماں خواہ کتنی ہی کمزور ہو وہ اس کے پاس جا کر اپنے آپ کو محفوظ خیال کرتا ہے۔ اسی طرح ایک مومن پر بھی جب کوئی شخص حملہ کرتا ہے تو اس کی پناہ صرف خدا تعالیٰ کا ہی وجود ہوتا ہے۔ اسی لئے

صلوٰۃ کا تعلق

روحانی ہونے کے لحاظ سے خدا تعالیٰ سے ہے اور صبر کا تعلق جسمانی ہونے کے لحاظ سے انسانی تدابیر سے ہے۔ صبر میں جبری طور پر خدا تعالیٰ کی محبت کا اظہار ہوتا ہے اور صلوٰۃ میں عشقیہ طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

مشکلات اور مصائب

ہم خود پیدا نہیں کرتے بلکہ دشمن مشکلات اور مصائب لاتا ہے اور ہم انہیں برداشت کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو نہیں چھوڑتے۔ لیکن نماز اور دعا طوعی عبادت ہے۔ نماز ہمیں کوئی جبری نہیں پڑھاتا بلکہ ہم خود پڑھتے ہیں۔ پس صبر میں ہم جبری طور پر خدا تعالیٰ کی محبت کا ثبوت دیتے ہیں اور صلوٰۃ میں طوعی طور پر اس کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جب یہ دونوں چیزیں مل جاتی ہیں تو محبت کامل ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا فیضان جاری ہو جاتا ہے۔

صبر کے جو معنے اوپر بیان کئے گئے ہیں اُن کے لحاظ سے

اس آیت کا مطلب یہ ہے

کہ (۱) اے مومنو! جب تم پر خدا تعالیٰ کی راہ میں مصائب اور مشکلات آئیں تو تم گھبرایا نہ کرو۔ اور نہ ان پر شکوہ کا اظہار کیا کرو۔

(۲) اے مومنو! جو باتیں خدا کے قرب میں روک ہیں تم اُن سے بچنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہا کرو۔

(۳) اے مومنو! جب تم کو وہ احکام دیئے جائیں جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے تو تم ان پر عمل کرنے میں سستی نہ دکھایا کرو بلکہ استقلال سے ان پر عمل کیا کرو۔

یہ تین باتیں

روحانی مدارج کے حصول کے لئے

عمد ہیں تم ان باتوں کو مدنظر رکھو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو جو کام تمہارے سامنے ہیں ان کے پورا کرنے میں تمہیں کامیابی ہوگی اور تمہارا مقصد تمہیں حاصل ہو جائیگا۔ اسی طرح صلوٰۃ کے معنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ :-

(۱) اے مومنو! تم نماز کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی مدد حاصل کرو۔

(۲) اے مومنو! تم دعاؤں کے ذریعہ اس کی مدد حاصل کرو۔

(۳) اے مومنو! دین پر استقلال کے ساتھ قائم ہو جانے کے ذریعہ سے اس کی مدد حاصل کرو۔

(۴) اے مومنو! تم خدا تعالیٰ کی مخلوق پر رحم اور شفقت کر کے اس کی مدد حاصل کرو۔

(۵) اے مومنو! تم خدا تعالیٰ کے حضور استغفار اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کر کے اسکی مدد حاصل کرو۔

(۶) اے مومنو! تم خدا تعالیٰ کے رسول پر درود بھیج کر اس کی مدد حاصل کرو۔

گویا یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی

نصرت اور مدد کے حصول کے ذرائع

ہیں۔ سورۃ فاتحہ میں بتایا گیا تھا کہ تم ایاک نعبد و ایاک نستعین کہا کرو۔ یعنی اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ گر بتایا ہے کہ مدد کس طریق سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ فرماتا ہے وہ ذرائع یہ ہیں کہ ایک تو دین کے راستہ میں جو مشکلات اور مصائب پیش آئیں اور جو قربانیاں تمہیں کرنی پڑیں اُن سے گھبرایا نہ کرو۔ دوسرے ان امور سے جن سے اللہ تعالیٰ تم کو روکتا ہے رُکے رہو۔ تیسرے وہ قربانیاں جو قربِ الٰہی کے حصول کے لئے ضروری ہیں اُن کو ترک نہ کرو اور ان پر

استقلال اور دوام

اختیار کرو۔ چوتھے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری قربانیوں کے بہترین نتائج پیدا کرے اور ان کو قبول فرماتے ہوئے تمہیں غلبہ بخشے۔ پانچویں غرباء سے ہمدردی اور شفقت کا سلوک کرو۔ تا مخلوقِ خدا کو آرام پہنچانے کی وجہ سے خدا تعالیٰ بھی تم سے خوش ہو۔ چھٹے خدا تعالیٰ سے اپنے قصوروں کی معافی طلب کرتے رہو۔ ساتویں انبیاء پر درود بھیجا کرو کیونکہ اُن کے ذریعہ سے ہی تم کو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی توفیق ملی ہے۔ آٹھویں خدا تعالیٰ کے دین پر استقلال کے ساتھ قائم رہنے کی کوشش کیا کرو۔ نویں عبادت پر مضبوطی سے قائم رہو۔

یہ سب اُمور

خدا تعالیٰ نے کامیابی کے حصول کے بیان فرمائے ہیں۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت حاصل ہو اُس کے لئے ان نو باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ بندے کا صرف اپنے منہ سے خدا تعالیٰ کو یہ کہنا کہ الٰہی میری مدد کر کوئی معنے نہیں رکھتا۔ مدد حاصل کرنے کے لئے پہلے ان ذرائع پر عمل کرنا ضروری ہے۔ جو شخص گھبرا کر مایوس ہو جاتا ہے اور پھر یہ امید رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے اسکی مدد کیلئے آسمان سے نازل

ہوں گے وہ اس کی مدد حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے احکام کو پسِ پُشت ڈال دیتا ہے اور ساتھ ہی یہ اُمید رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے اس کے لئے نازل ہوں گے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ جو شخص قربانیوں سے ہچکچاتا اور خدا تعالیٰ کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو پُورا کرنے سے قاصر رہتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ جو شخص دُعا نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ طور پر گڑگڑاتا نہیں اور اس کے باوجود اس کی معجزانہ تائید کا اُمیدوار رہتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ جو شخص

دین کے معاملے میں غیرت

سے کام نہیں لیتا اور اس کی ترقی میں ممد نہیں ہوتا وہ دشمنوں کے مقابلہ میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ جو شخص غرباء اور مساکین پر شفقت نہیں کرتا اور ان کی مشکلات کو دُور کرنے میں ہاتھ نہیں بٹاتا وہ اپنی مشکلات کے وقت خدا تعالیٰ کی تائید حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر درُود نہیں بھیجتا، اُن کے لئے دعائیں نہیں کرتا اور اُن کے احسانات کے شکریہ کا احساس اپنے دل میں نہیں رکھتا وہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ جو شخص عبادت اور خدمتِ دین کے لئے اپنی ساری عمر وقف نہیں کرتا وہ قربِ الٰہی کے اعلیٰ مدارج پانے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ پھر باوجود اِن سب باتوں پر عمل کرنے کے جو شخص یہ محسوس نہیں کرتا کہ مَیں نے کچھ بھی نہیں کیا اور اپنے عمل پر اتراتا

ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ لوگ مُنہ سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ایّاکَ نعبدُ وایّاکَ نستعین لیکن یہ نہیں جانتے کہ ایّاکَ نستعین کہنے کے ساتھ کن کن باتوں کی ضرورت ہے۔ وہ ڈاکخانہ میں روپے منی آرڈر کرانے کے لئے جاتے ہیں تو منی آرڈر فارم ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جب تک منی آرڈر فارم پُر نہیں کیا جائیگا روپیہ پوسٹ نہیں ہوسکتا۔ یا وہ ڈاکخانہ میں خط ڈالنے جاتے ہیں تو اُس پر ٹکٹ لگاتے ہیں ورنہ وہ بیرنگ کر دیا جاتا ہے۔ مدرسہ میں داخل ہونے کے وقت وہ فارم پُر کرتے ہیں جو داخلہ کے لئے محکمہ تعلیم کی طرف سے مقرر ہوتا ہے۔ امتحان کے لئے یونیورسٹی کا فارم پُر کرتے ہیں اور اس میں ذراسی غلطی ہونے سے بھی اُن کا دل دھڑکنے لگ جاتا ہے اور وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں کام خراب نہ ہو جائے مگر خدا تعالیٰ سے بغیر کوئی فارم پُر کرنے کے اور بغیر کسی شرط پر عمل کرنے کے یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ حضور اپنے ملائکہ کی فوج بھیج کر ہماری مدد کیجئے۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ یہاں بھی ایک فارم کی ضرورت ہے۔ جب تک وہ فارم پُر کر کے اس پر دستخط نہ کئے جائیں اس وقت تک خدا تعالیٰ کی نصرت شاملِ حال نہیں ہوسکتی اور وہ صبر اور صلوٰۃ کا فارم ہے۔ جب تک صبر اور صلوٰۃ کے فارم پر دستخط نہ کروگے تب تک خدا تعالیٰ کی مدد تمہیں حاصل نہیں ہوسکے گی۔

انّ اللّٰہ مع الصّٰبرین۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ

نے صلوٰۃ کے لفظ کو اُڑا دیا ہے اور صرف

مع الصّٰبرین کے الفاظ

رکھے ہیں مع المُصَلّین نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں صابر کا لفظ اپنے اندر استقلال کے معنے رکھتا ہے اور صابر کا لفظ صرف صبر کا قائم مقام نہیں بلکہ صبر اور صلوٰۃ دونوں کا قائم مقام ہے۔ پس اسکے صرف یہ معنے نہیں کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ صبر و صلوٰۃ دونوں پر استقلال کے ساتھ قائم رہنے والوں کے ساتھ ہے کیونکہ دعا بھی وہی قبول ہوتی ہے جو استقلال سے کی جائے۔ پس اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے کے یہ معنے ہیں کہ اگر صبر اور صلوٰۃ کے ذرائع کو استقلال سے استعمال کروگے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

اس آیت میں ان لوگوں کو نصیحت کی گئی ہے جو کچھ عرصہ تکلیف برداشت کرتے اور یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تو ہماری سنتا ہی نہیں ہم تو اسے پکار پکار کر تھک گئے اب دعا کرنے کا کیا فائدہ۔ اور بعض لوگوں کو تو اس قدر ٹھوکر لگتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کے ہی منکر ہو جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ کہہ کر بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اسی کو حاصل ہوگی جو مشکلات کے وقت استقامت دکھائے گا اور صبر اور صلوٰۃ کے ذرائع کو استقلال سے استعمال کرتا چلا جائے گا ......

اس آیت میں

خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید

ہونے والوں کو اس لئے زندہ کہا گیا ہے کہ اہل عرب میں یہ رواج تھا کہ جو لوگ مارے جائیں اور اُن کا بدلہ لے لیا جائے اُن کے لئے تو وہ احیاء کا لفظ استعمال کرتے تھے اور ان کو زندہ کہتے تھے لیکن جن مقتولوں کا بدلہ نہ لیا جائے وہ انہیں اموات یعنی مُردے کہا کرتے تھے۔ یہ محاورہ ان میں اس لئے رائج ہوا کہ عربوں میں یہ مشہور تھا کہ جو شخص مارا جائے اور اس کا بدلہ نہ لیا جائے اس کی روح اُلّو کی شکل میں آکر چیختی رہتی ہے اور جب اس کا بدلہ لے لیا جائے تب وہ آرام کرتی ہے۔ اس سے ان میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ جس مقتول کا بدلہ لے لیا جائے وہ زندہ ہوتا ہے اور جس کا بدلہ نہ لیا جائے وہ مُردہ ہوتا ہے۔ چنانچہ انہی معنوں میں ایک شاعر حارث بن حلزہ نے کہا ہے کہ ؎

ان نبشتم ما بین ملحة فالصّاقب
فيها الاموات والاحياءُ

(سبعہ معلقات قصیدہ ۷)

اس میں شاعر فریق مخالف کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ تم بڑے شریف اور معزز ہو مگر ایسا ہرگز نہیں تم ملحہ اور صاقب کے درمیان جہاں ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ ہوئی تھی جاؤ اور وہاں قبریں کھود کر دیکھو تو اُن میں تمہیں کچھ مُردے دکھائی دیں گے اور کچھ زندہ یعنی تم نے اپنی قوم کے مقتولوں کا بدلہ نہیں لیا اس لئے وہ مُردہ ہیں مگر ہمارے جو آدمی نکلیں گے وہ بزبانِ حال بتاتے جائیں گے

کہ وہ زندہ ہیں کیونکہ اُن کا بدلہ لے لیا گیا ہے۔ اُن میں اِس بارہ میں اتنی غیرت تھی کہ اگر کسی مقتول کا بدلہ نہ لیا جاتا تو وہ اُسے حد درجہ کی بے غیرتی سمجھتے تھے کیونکہ اُن میں یہ روایت چلی آتی تھی کہ جس مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے اُس کی رُوح اُلّو بن کر رات دن چیختی رہتی ہے اور جب اس کا بدلہ لے لیا جائے تب وہ نجات پاتی ہے۔ پس شاعر کہتا ہے کہ تم ہمارے باپ دادوں کی قبریں کھود کر دیکھو اور اُن سے پُوچھو کہ ان کا بدلہ لے لیا گیا ہے یا نہیں۔ ہم نے اُن کی بجائے دشمن قبیلہ کے کئی کئی اشخاص مار دیئے ہیں۔ پس ہمارے باپ دادا مَرے نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اگر اُن میں کچھ لوگ مَرے ہوئے نظر آئیں تو وہ ہمارے باپ دادا نہیں ہوں گے بلکہ تمہارے باپ دادا ہوں گے۔ غرض جس مقتول کا بدلہ لے لیا جائے اہلِ عرب کے محاورہ کے مطابق وہ زندہ ہوتا ہے۔

اِس لحاظ سے اِس آیت کے یہ معنے ہیں کہ جو مسلمان شہید ہوگئے ہیں تم انہیں مُردہ مت کہو وہ خدا تعالےٰ کے زندہ سپاہی ہیں اور خدا تعالیٰ اُن کا ضرور بدلہ لے گا۔ چنانچہ اگر ایک صحابیؓ مارا گیا تو اس کے مقابلہ پر مشرکوں کے پانچ پانچ آدمی مارے گئے اور ہر جنگ میں کفار مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہلاک ہوئے۔ سوائے جنگِ اُحد کے کہ اس میں بہت سے مسلمان مارے گئے تھے مگر اُن کا بدلہ بھی اللہ تعالےٰ نے دوسری جنگوں میں لے لیا۔

دوسرے معنی محاورہ میں

اِس کے یہ ہوتے ہیں کہ جس شخص کا کام جاری رکھنے والے لوگ پیچھے باقی ہوں۔ اس کی نسبت بھی یہ کہتے ہیں۔ ما مات کہ وہ مرا نہیں، اور مُردہ اسے کہتے ہیں جو مَرے اور اس کا کوئی اچھا اور نیک قائم مقام نہ ہو۔ چنانچہ عبدالملک بادشاہ نے زہری کے ایک مدرسہ کا معائنہ کیا تو اس مدرسہ کے طلباء میں اصمعی بھی تھے جو بہت بڑے مشہور نحوی گزرے ہیں۔ بادشاہ نے اصمعی کا امتحان لیا اور اس سے کوئی سوال پُوچھا تو اصمعی نے نہایت معقول جواب دیا۔ بادشاہ نے اس کا جواب سُن کر خوش ہو کر زہری سے کہا کہ ما مات من خلف مثلک کہ وہ شخص نہیں مرا جس نے ایسے لوگ پیچھے چھوڑے ہوں جیسا کہ تُو نے چھوڑے ہیں۔ اس لحاظ سے اس آیت کے یہ معنے ہوں گے کہ یہ لوگ مُردہ نہیں کہلا سکتے کیونکہ جس کام کے لئے انہوں نے جان دی ہے اس کے چلانے والے لوگ موجود ہیں اور ایک کے مرنے پر دو اس کی جگہ لینے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ پس اُن کے متعلق یہ نہ کہو کہ وہ مُردہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اچھے قائم مقام پیدا کر دیئے ہیں اور یہ لوگ اپنی تعداد میں پہلے سے بھی زیادہ ہوگئے ہیں۔ مُردہ تو وہ ہوتا ہے جس کا بعد میں کوئی اچھا قائم مقام نہ ہو مگر ان کے تو بہت سے قائم مقام پیدا ہوگئے ہیں اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا کہ ہم ان میں سے ایک ایک کی جگہ کئی کئی قائم مقام پیدا کرتے چلے جائیں گے اور

وہ قوم کبھی نہیں مرتی

جس کے افراد اپنے شہداء کی جگہ لیتے چلے جائیں۔

جو قوم اپنے قائم مقام پیدا کرتی چلی جاتی ہے وہ خواہ کتنی بھی چھوٹی ہو اسے کوئی مار نہیں سکتا۔ پس فرماتا ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مسلمان مارے گئے ہیں مسلمان مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ اگر ان میں سے ایک مرتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ اگر جنگِ بدر میں کچھ مسلمان مارے گئے تو اُحد میں اس سے زیادہ کھڑے ہو گئے۔ اُحد میں کچھ تکلیف پہنچی اور کچھ مسلمان مارے گئے تو غزوہ خندق میں اس سے زیادہ کھڑے ہو گئے اور غزوہ خندق کے مقابلہ میں فتح مکہ کے موقعہ پر زیادہ لوگ آئے۔ اور اگر فتح مکہ کے موقعہ پر ان کو کچھ نقصان پہنچا تو جنگِ تبوک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے کہیں زیادہ تعداد لے گئے۔ غرض ہر قدم پر پہلے سے زیادہ قربانی کرنے والے لوگ ان میں موجود ہوتے تھے اور جو قربانی کے اس مقام پر پہنچ جاتی ہے اُسے کوئی تباہ نہیں کر سکتا۔ اور ایسی قوم وہی ہوتی ہے جسے خدا تعالیٰ خود کھڑا کرتا ہے۔

تیسرے معنے محاورہ میں اس کے یہ ہوتے ہیں کہ وہ

رنج و غم سے آزاد ہیں

یعنی جس کا آخری حال یہ ہوا کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا گیا اسے اگلے جہان میں کیا دُکھ پہنچنا ہے۔ پس چونکہ وہ خوش و خرم ہیں اور اس زندگی سے اعلیٰ زندگی پا چکے ہیں اس لئے ان کو مُردہ نہ کہو کیونکہ موت غم کی حالت پر دلالت کرتی ہے ورنہ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد زندگی تو کافر و مومن سب کو ملے گی۔ پس ان کو مُردہ نہ کہنے سے یہ منشاء ہے کہ مُردہ کہنے میں دُکھ کا مفہوم پایا جاتا ہے حالانکہ وہ سُکھ میں ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے انعامات مل رہے ہیں پھر انہیں مُردہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

چوتھے معنے اس کے یہ ہیں

کہ شہید کو ایک اعلیٰ حیات مرنے کے بعد ہی مل جاتی ہے جبکہ دوسرے لوگوں کو عرصہ تک ایک درمیانی حالت میں رہنا پڑتا ہے۔ بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید تین دن کے اندر اندر زندہ ہو جاتا ہے اور اس کمال کو حاصل کر لیتا ہے جسے دوسرا شخص ایک لمبے عرصہ میں حاصل کرتا ہے۔ پس فرماتا ہے ان لوگوں نے مر کر فوراً وہ زندگی حاصل کر لی ہے جس میں رُوح کو

کمال حاصل ہو جاتا ہے ورنہ عام زندگی میں تو سب لوگ شریک ہوتے ہیں حتیٰ کہ ابوجہل کو بھی وہ زندگی حاصل ہوگی۔ اگر وہ زندگی اسے حاصل نہیں تو وہ جہنم میں کیسے جائے گا۔ پس زندگی تو مومن اور کافر دونوں کو حاصل ہوگی لیکن شہید چونکہ خدا تعالیٰ کی خاطر اپنی زندگی دے دیتا ہے اس لئے اُسے مرنے کے بعد ہی ایک اعلیٰ حیات مل جاتی ہے۔

پھر اس آیت میں

شہید کو زندہ قرار دینے کی ایک یہ بھی وجہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے میں مومن کو صرف یہی خدشہ ہوتا ہے کہ اگر میں مرگیا تو اعمالِ صالحہ سے محروم رہ جاؤں گا۔ مثلاً ایک شخص کی عمر چالیس سال ہے اگر ساٹھ سال تک وہ اور زندہ رہتا تو اس عرصہ میں وہ اور بہت سی نیکیاں کرسکتا تھا۔ پس موت کے راستہ میں صرف یہی ایک خیال اس کے لئے روک بن سکتا ہے ورنہ اگر وہ صحیح طور پر آخرت کو مقدم کرتا ہے تو کوئی دنیوی خیال اس کے روک بن ہی نہیں سکتا۔ یہی ایک خیال ہے جو اُسے جان دینے سے روک سکتا ہے کہ اتنی مدت کی نمازوں، روزوں، جہاد اور تبلیغ سے محروم رہ جاؤں گا۔ اس شبہ کی معقولیت کو اللہ تعالیٰ نے بھی تسلیم کیا ہے اور پھر اس کا جواب بھی دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

لا تقولوا لمن یُقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ ط

تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والوں کو مُردہ مت کہو وہ مُردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ یعنی

شہید کے اعمال کبھی ختم نہیں ہوسکتے

وہ زندہ ہے اور اُس کے اعمال ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں۔ اس نے خدا کے لئے اپنی جان قربان کردی اور خدا نے نہ چاہا کہ اس کے اعمال ختم ہو جائیں۔ کوئی دن نہیں گزرتا کہ تم نمازیں پڑھو اور اُن کا ثواب تمہارے نام لکھا جائے اور شہید اُن سے محروم رہے۔ کوئی رمضان نہیں گزرتا کہ تم اس کے روزے رکھو اور اُن کا ثواب تمہارے نام لکھا جائے اور شہید اس سے محروم رہے۔ کوئی حج نہیں کہ تم تکلیف اُٹھا کر اس کا ثواب حاصل کرو اور شہید اس ثواب سے محروم رہے۔ غرض وہ لوگ وہی

برکتیں حاصل کر رہے ہیں

جو تم کر رہے ہو اور اُسی طرح خدا تعالیٰ کے قرب میں بڑھتے چلے جارہے ہیں جس طرح تم بڑھتے جارہے ہو۔ پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فلسفہ موت و حیات پر نہایت لطیف رنگ میں روشنی ڈالی ہے۔ اور بتایا ہے کہ شہادت کا مقام حاصل کرنے والوں کو دائمی حیات حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھو جس

دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی فوجوں نے مارا ہوگا وہ کس قدر خوش ہوئی ہوں گی اور انہوں نے کس مسرت سے کہا ہوگا کہ لو یہ قصہ ختم ہوگیا مگر کیا واقعہ میں وہ قصہ ختم ہو گیا ؟ دنیا دیکھ رہی ہے کہ

امام حسینؓ آج بھی زندہ ہیں

مگر یزید کو اس وقت بھی مردہ سمجھا جاتا ہے ۔ اسی طرح جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے رستہ میں قربان ہوتا ہے تو اس کا خون رائیگاں نہیں جاتا ۔ بلکہ اس کی جگہ اللہ تعالیٰ ایک قوم لاتا اور اپنے سلسلہ میں داخل کرتا ہے ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں تم انہیں مردہ مت کہو کیونکہ وہ

زندہ ہیں ۔

خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو زندہ اس لئے بھی کہا کہ جب ایک شخص کی جگہ دس کھڑے ہو گئے تو وہ مرا کہاں اور جب وہ مرا نہیں تو اُسے مردہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ؟ پس اللہ تعالیٰ کے مقربین اور اس کی راہ میں

شہید ہونے والے

کبھی نہیں مرتے ۔ (تفسیر سورۃ البقرہ)

اسلامی آداب جہاد

(حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ)

سیدنا و مولانا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اسلام کے دفاع کے لئے متعدد جہاد فرمائے۔ ان جنگوں میں آپ نے جو اصول مدنظر رکھے یا جنہیں پیش نظر رکھنے کی صحابہ کرام کو آپؐ نے تلقین فرمائی ان کا خلاصہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنی کتاب "سیرۃ خاتم النبیین" میں درج فرمایا ہے۔ کتاب کا یہ حصہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے ——— (ادارہ)

یہ آداب عموماً صحاح ستہ کی کتب الجہاد والسیر والمغازی سے ماخوذ ہیں اور اس لئے میں نے صرف ان باتوں کا حوالہ درج کیا ہے جو یا تو بہت اہم ہیں اور یا نسبتہً کم معروف ہیں اور باقی کے حوالے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ سو جاننا چاہیئے کہ:۔

۱۔ آنحضرت صلعم اپنے سفروں کو حتی الوسع جمعرات کے دن شروع کرنا پسند فرماتے تھے اور گھر سے عموماً صبح کے وقت نکلتے تھے۔

۲۔ روانگی سے قبل دُعا کرنا آپؐ کی سنّت تھی۔

۳۔ دشمن کی حرکات و سکنات کا علم حاصل کرنے کیلئے آپؐ خبر رسانی کا پختہ انتظام رکھتے تھے اور عام طور پر خبر رسانوں کو یہ ہدایت ہوتی تھی کہ جب کوئی خبر لائیں تو عام مجلس میں اس کا ذکر نہ کریں۔ اور اگر کوئی تشویشناک خبر ہوتی تھی تو آپؐ پھر خود بھی اس کا عام اظہار نہیں فرماتے تھے۔ البتہ خاص خاص صحابہ کو اس کی اطلاع دیدیتے تھے۔[۵]

۴۔ جب آپ کسی جنگی غرض سے نکلتے تھے تو آپؐ کا یہ عام طریق تھا کہ اپنی منزلِ مقصود کا علم نہیں دیتے تھے اور بعض اوقات ایسا بھی کرتے تھے کہ اگر مثلاً جنوب کی طرف جانا ہوتا تھا تو چند میل شمال کی طرف جا کر پھر چکّر کاٹ کر جنوب کی طرف گھوم جاتے تھے۔[۶]

---

[۵] زرقانی حالات غزوۂ اُحد و خندق۔ [۶] بخاری حالات غزوۂ تبوک و زرقانی حالات غزوۂ بنو لحیان +

۵ - آپؐ کی عادت تھی کہ شہر سے تھوڑی دور نکل کر فوج کا جائزہ لیا کرتے تھے اور سب انتظام ٹھیک ٹھاک کرنے کے بعد آگے روانہ ہوتے تھے۔

۶ - جب کوئی مہم پیش آتی تھی تو آپؐ اس کے لئے صحابہؓ میں تحریک فرماتے تھے پھر جو لوگ اس کے لئے تیار ہوتے تھے وہ اپنا سامانِ جنگ اور سواری وغیرہ کا انتظام خود کرتے تھے۔ البتہ کسی ذی ثروت صحابی کو مقدرت ہوتی تھی تو وہ دوسروں کی امداد بھی کر دیتا تھا۔ اور آنحضرت صلعم عموماً اس قسم کی امداد کی تحریک فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات جب گنجائش ہوتی تھی تو خود بھی امداد فرماتے تھے۔

۷ - چھوٹے بچے یعنی پندرہ سال سے کم عمر کے بچے عموماً جنگ میں ساتھ نہیں لئے جاتے تھے اور جو بچے اپنے شوق میں ساتھ ہو لیتے تھے انہیں جائزہ کے وقت جو عموماً شہر سے باہر نکل کر لیا جاتا تھا واپس کر دیا جاتا تھا۔

۸ - جنگ میں عموماً چند ایک عورتیں بھی ساتھ جاتی تھیں اور کھانے پینے کا انتظام کرنے کے علاوہ تیمارداری اور زخمیوں کی مرہم پٹی کا کام بھی کرتی تھیں اور لڑائی کے وقت فوجیوں کو پانی بھی لا کر دیتی تھیں۔ بعض خاص خاص موقعوں پر مسلمان عورتوں نے کفار کے خلاف تلوار بھی چلائی ہے۔

۹ - آنحضرت صلعم کا یہ طریق تھا کہ سفر میں اپنی ازواج میں سے کسی ایک کو یا ایک سے زیادہ کو جیسا کہ موقعہ ہو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اس کیلئے آپؐ قرعہ ڈالا کرتے تھے اور جس کا نام قرعہ میں نکلتا تھا اُسے ساتھ لے جاتے تھے۔

۱۰ - جنگ میں آنحضرت صلعم کا یہ عام طریق تھا کہ جب کبھی آپؐ کو کسی دشمن قبیلہ کے متعلق یہ اطلاع ملتی تھی کہ وہ مسلمانوں کے خلاف حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے تو آپؐ پیش دستی کر کے اس کے حملہ کو روکنے کی کوشش فرماتے تھے اور ایسا نہیں کرتے تھے کہ دشمن کو پوری طرح تیاری کر لینے کا موقع دیں اور اس کے حملہ کا انتظار کرتے رہیں اور جب وہ عملاً حملہ کر دے تو پھر اس کا مقابلہ کریں۔ نیز آپؐ کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ اسلامی لشکر دشمن تک اچانک پہنچ جائے اور اسے اطلاع نہ ہو۔ ان تدابیر سے آپؐ نے مسلمانوں کو بہت سے مصائب سے بچا لیا۔

۱۱ - جب آپؐ کوئی فوجی دستہ روانہ فرماتے تھے تو انہیں چلتے ہوئے یہ نصیحت فرماتے تھے کہ جب تم دشمن کے سامنے ہو تو اُسے تین باتوں کی طرف دعوت دو اور اگر ان باتوں میں سے وہ کوئی ایک بات بھی مان لے تو اُسے قبول کر لو اور لڑائی سے رُک جاؤ۔ سب سے پہلے اسے اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ لوگ مسلمان ہونا پسند کر لیں تو پھر اُنہیں ہجرت کرنے کی تحریک کرو۔ اگر وہ

ہجرت کرنا قبول نہ کریں تو ان سے کہو کہ اچھا تم مسلمان رہو اور اپنے گھروں میں ٹھہرو لیکن اگر وہ مسلمان ہونا ہی پسند نہ کریں تو پھر ان سے کہو کہ اپنے مذہب پر رہو لیکن مسلمانوں کی عداوت اور ان کے ساتھ جنگ کرنا چھوڑ دو اور اسلامی حکومت کے ماتحت آجاؤ۔ اگر وہ لوگ یہ بھی نہ مانیں تو پھر اس کے بعد تمہیں ان کے ساتھ لڑنے کی اجازت ہے[1]۔

۱۲۔ نیز جب آپؐ کوئی فوجی دستہ روانہ فرماتے تھے تو اُسے نصیحت فرماتے کہ "اغزوا بسم اللّٰہ وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیداً ولا امرأۃ[2] ولا تقتلوا اصحاب الصوامع[3] ولا تقتلوا شیخاً فانیاً ولا طفلاً ولا صغیراً ولا امرأۃ واصلحوا واحسنوا ان اللّٰہ یحب المحسنین[4]۔ یعنی "اے مسلمانو نکلو اللہ کا نام لے کر اور جہاد کرو حفاظتِ دین کی نیت سے۔ مگر خبردار مالِ غنیمت میں بددیانتی نہ کرنا۔ اور نہ کسی قوم سے دھوکا کرنا۔ اور نہ دشمنوں کے مقتولوں کا مثلہ کرنا۔ اور نہ بچوں اور عورتوں اور مذہبی عبادتگاہوں کے لوگوں کو قتل کرنا اور نہ بہت بوڑھوں کو قتل کرنا۔ اور ملک میں اصلاح کرنا۔ اور لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا۔ کیونکہ تحقیق خدا تعالےٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ جب کسی فوج کو روانہ فرماتے تھے تو اس کے امیر کو یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ الذین زعموا انھم حبسوا انفسھم للّٰہ فذرھم وما زعموا انھم حبسوا انفسھم لہ ...... ولا تقطعن شجراً مثمراً ولا تخربن عامراً[1]۔ یعنی "وہ لوگ جنہوں نے اپنے خیال میں اپنے آپ کو خدا کی عبادت کے لئے وقف کر رکھا ہے ان کو کچھ نہ کہنا۔ اور اسی طرح جس چیز کو وہ مقدس سمجھتے ہوں اُسے بھی کچھ نہ کہنا۔ اور پھلدار درخت کو نہ کاٹنا۔ اور نہ کسی آبادی کو ویران کرنا"۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عرب میں یہ دستور تھا کہ بعض اوقات دشمن کے بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کر دیتے تھے اور بعض اوقات نہایت بے رحمی کے ساتھ دشمن کے مقتولوں کے ہاتھ پاؤں اور ناک کان وغیرہ کاٹ ڈالتے تھے جسے مثلہ کرنا کہتے تھے اور دشمن کے اموال وامتعہ اور ان کی آبادی کو

---

[1] مسلم و ابو داؤد۔ [2] مسلم۔ [3] طحاوی۔ [4] ابو داؤد۔

[1] موطا مالک۔

تباہ و برباد کر دیتے تھے اور عہد و پیمان کی تو کوئی قیمت ہی نہ تھی۔ آنحضرت صلعم نے ان سب باتوں سے روک دیا۔ مذہبی لوگوں اور مذہبی چیزوں کی حفاظت کے طریق میں بھی اسلام نے ایک نمایاں امتیاز پیدا کیا۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ جب کسی جماعت کو روانہ فرماتے تھے تو اسے یہ نصیحت فرماتے تھے کہ بشّروا ولا تنفّروا ویسّروا ولا تعسّروا[1] یعنی "لوگوں کو خوشخبریاں دو یعنی ان کو خوش رکھنے کی کوشش کرو۔ اور ایسا طریق اختیار نہ کرو جس سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہو اور ان کے لئے آسانیاں پیدا کرو اور انہیں مشکلوں میں مت ڈالو۔"

۱۳۔ آنحضرت صلعم کا یہ لازمی طریق تھا کہ جب کسی پارٹی یا دستہ یا فوج کو روانہ فرماتے تھے تو ان میں سے کسی شخص کو ان کا امیر مقرر فرما دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر تین آدمی بھی ہوں تو انہیں چاہیئے کہ اپنے میں سے کسی کو اپنا امیر بنا لیا کریں۔ اور آپ امیر کی اطاعت کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ فرمایا کہ اگر تم پر ایک بے وقوف حبشی غلام بھی امیر مقرر کر دیا جائے تو اس کی پوری پوری اطاعت کرو۔ مگر ساتھ ہی یہ حکم تھا کہ اگر امیر کوئی ایسا حکم دے جو خدا اور اس کے رسول کے حکم کے صریح خلاف ہو تو اس معاملہ میں اس کی اطاعت نہ کرو۔ مگر اس حال میں بھی اس کا ادب ضرور ملحوظ رکھو۔

۱۴۔ آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ جب کسی غزوہ میں کسی چڑھائی پر چڑھتے تھے تو تکبیر کہتے جاتے تھے۔ یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرتے تھے اور جب کسی بلندی سے نیچے اترتے تھے تو تسبیح کہتے تھے یعنی اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے تھے۔

۱۵۔ سفر میں صحابہ کو حکم ہوتا تھا کہ اس طرح پر پڑاؤ نہ ڈالا کریں کہ لوگوں کے لئے موجب تکلیف ہو۔ نیز حکم ہوتا تھا کہ کوچ کے وقت اس طرح نہ چلا کرو کہ راستہ رک جاوے۔ اور اس میں یہاں تک سختی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ اعلان فرمایا کہ جو شخص پڑاؤ اور رستے میں دوسروں کا خیال نہیں رکھے گا وہ جہاد کے ثواب سے محروم رہے گا۔[1]

۱۶۔ آنحضرت صلعم جب دشمن کے سامنے ہوتے تھے تو پہلے ہمیشہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

۱۷۔ لڑائی کے لئے آپ صبح کا وقت پسند فرماتے تھے اور جب دھوپ تیز ہو جاتی تھی تو رک جاتے تھے۔ اور پھر دوپہر گذار کر لڑائی کا حکم دیتے تھے۔[2]

۱۸۔ لڑائی سے قبل آپ خود صحابہ کی صف آرائی فرمایا کرتے تھے اور صفوں میں بے ترتیبی کو بہت

---

[1] مسلم

[1] ابوداؤد۔ [2] ابوداؤد و ترمذی۔

ناپسند فرماتے تھے۔

۱۹۔ اسلامی لشکر کے ساتھ عموماً دو قسم کے جھنڈے ہوتے تھے۔ ایک سفید ہوتا تھا جو کسی لکڑی وغیرہ سے لپٹا ہوتا تھا اُسے لِواء کہتے تھے۔ دوسرا عموماً سیاہ ہوتا تھا جس کی ایک طرف کسی لکڑی وغیرہ سے بندھی ہوئی ہوتی تھی۔ اور وہ ہَوا میں لہراتا تھا اسے رایہ کہتے تھے۔ یہ دونوں قسم کے جھنڈے لڑائی کے وقت خاص خاص آدمیوں کے سپرد کر دیئے جاتے تھے۔

۲۰۔ آنحضرت صلعم عموماً ہر لڑائی میں اپنی فوج کا کوئی لفظی شعار[1] مقرر فرما دیا کرتے تھے۔ جس سے اپنا بیگانہ پہچانا جاتا تھا۔

۲۱۔ فوج میں شور و شغب کو ناپسند کیا جاتا تھا اور نہایت خاموشی کے ساتھ کام کرنے کا حکم تھا[2]۔

۲۲۔ لڑائی سے پہلے آنحضرت صلعم اسلامی فوج کے مختلف دستوں پر صحابیوں کو امیر مقرر کر کے اُن کی جگہیں متعین فرما دیتے تھے اور فرائض سمجھا دیتے تھے۔ ان کمانڈروں کے تقرر میں عموماً اس اصول کو مدنظر رکھا جاتا تھا کہ کسی دستہ پر اسی شخص کو امیر بنایا جاوے جو اُن میں صاحب اثر ہو۔

۲۳۔ بعض خاص خاص موقعوں پر آپ کا یہ بھی طریق تھا کہ صحابہ سے خاص بیعت لیتے تھے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بیعت لینے کا ذکر قرآن شریف میں بھی ہے۔

۲۴۔ میدانِ جنگ میں آنحضرت صلعم کا حکم ہوتا تھا کہ جب تک میں حکم نہ دُوں لڑائی شروع نہ کی جاوے۔

۲۵۔ لڑائی کے دَوران میں بھی آپ خاص خاص احکام جاری فرماتے رہتے تھے۔ اور خود یا کسی بلند آواز صحابی کے واسطے سے پکار پکار کر کے ضروری ہدایات کا اعلان فرماتے تھے۔

۲۶۔ مسلمانوں کو بھاگنے یا ہتھیار ڈالنے کی قطعاً اجازت نہیں تھی۔ حکم تھا کہ یا غالب آؤ یا شہید ہو جاؤ۔ ہاں جنگی اغراض کے لئے وقتی طور پر پیچھے ہٹ آنے کی اجازت تھی[1]۔ لیکن اگر کبھی کسی بشری کمزوری کے ماتحت بعض لوگ بھاگ جاتے تھے تو آپ اُن سے زیادہ ناراض نہیں ہوتے تھے بلکہ انہیں آئندہ کے لئے ہمت دلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ شاید تم لوگ جنگی تدبیر کے طور پر دوبارہ حملہ کرنے کے لئے پیچھے ہٹ آئے ہو گے۔

۲۷۔ صحابہ کو حکم تھا کہ لڑائی میں کسی کے مُنہ پر ضرب نہ لگائیں[2]۔

۲۸۔ آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ ضرب لگانے میں

---

[1] WATCHWORD - [2] ابوداؤد +

[1] سورۃ انفال - [2] بخاری و مسلم +

سب لوگوں سے زیادہ نرم مسلمان کو ہونا چاہیئے۔[1]

۲۹- تاکیدی حکم تھا کہ جب تک عملاً لڑائی نہ ہو لے قیدی نہ پکڑے جائیں۔ یہ نہیں کہ دشمن کو دیکھا اور کمزور پایا کر قیدی پکڑنے شروع کر دیئے۔[2]

۳۰- حکم تھا کہ جو قیدی پکڑے جائیں انہیں بعد میں حسب حالات یا تو بطور احسان کے یونہی چھوڑ دیا جاوے یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جاوے یا ضروری ہو تو قید میں رکھا جاوے مگر یہ قید صرف اس وقت تک رہ سکتی ہے کہ جب تک جنگ جاری رہے یا جنگ کی وجہ سے جو بوجھ پڑے ہوں وہ دور نہ ہو جائیں اسکے بعد نہیں۔[3]

۳۱- قیدیوں کے ساتھ نہایت درجہ نرمی اور شفقت کے سلوک کا حکم تھا چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کے حکم کی وجہ سے صحابہ کو خود اپنے آرام کی نسبت بھی قیدیوں کے آرام کا خیال زیادہ رہتا تھا۔ آنحضرت صلعم کا یہ بھی حکم تھا کہ جو قیدی آپس میں قریبی رشتہ دار ہوں ان کو ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ کیا جاوے۔[4]

۳۲- قیدیوں کا فدیہ صرف نقدی کی صورت میں لینے پر اصرار نہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ بدر کے بعض خواندہ قیدیوں سے آنحضرت صلعم نے یہ سمجھوتہ کیا تھا کہ اگر وہ مسلمانوں کو نوشت و خواند سکھا دیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ بعض اوقات کفار قیدیوں کو مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں بھی چھوڑ دیا جاتا تھا۔ نقد فدیہ کی صورت میں بھی مکاتبت کے طریق کی اجازت تھی۔

۳۳- مسلمانوں کو لوٹ مار اور غارتگری سے نہایت سختی سے روکا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کے متعلق کسی قدر مفصل بحث اوپر گذر چکی ہے۔

۳۴- حکم تھا کہ اگر لڑائی کے وقت بھی کوئی دشمن اسلام کا اظہار کرے تو خواہ اس نے مسلمانوں کا کتنا ہی نقصان کیا ہو فوراً اس سے ہاتھ کھینچ لو۔ کیونکہ اب اس سے خطرہ کا احتمال نہیں رہا۔ چنانچہ اس ضمن میں اسامہ بن زید کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے۔

۳۵- عہد و پیمان کے پورا کرنے کی نہایت سختی سے تاکید کی جاتی تھی۔[5] اور خود آنحضرت صلعم کو عہد کا اس قدر پاس تھا کہ جب حذیفہ بن یمان مکّہ سے ہجرت کر کے بدر کے موقعہ پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ میں جب مکہ سے نکلا تھا تو قریش نے یہ شبہ کر کے کہ شاید میں آپ کی مدد کے لئے جا رہا ہوں مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ میں آپ کی طرف سے ہو کر نہ لڑوں گا۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر تم جاؤ

---

[1] ابو داؤد۔ [2] قرآن کریم سورۃ انفال۔ [3] قرآن کریم سورۃ محمدؐ۔ [4] ترمذی ابواب السیر و ابواب البیوع

[5] قرآن سورۃ انفال و بنی اسرائیل و نیز بخاری و مسلم

اور اپنا عہد پورا کرو ہمیں خدا کی امداد بس ہے[1]
(یہ آنحضرت صلعم کی کمال احتیاط تھی حالانکہ فتوے کے طور پر ایسا عہد جو جبر کے ساتھ حاصل کیا جاوے واجب الایفاء نہیں۔)
اور حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں تو یہاں تک اعلان کیا تھا کہ جو مسلمان دشمن کے ساتھ دھوکا یا بد عہدی کرے گا میں اس کی گردن اڑا دوں گا[2]۔

۳۶۔ میدانِ جنگ میں جو مسلمان شہید ہوتے تھے انہیں غسل نہیں دیا جاتا تھا اور نہ ہی خاص طور پر کفنایا جاتا تھا۔

۳۷۔ مجبوری کے وقت ایک ہی قبر میں کئی کئی شہداء کو اکٹھا دفن کر دیا جاتا تھا۔ اور ایسے موقعوں پر ان لوگوں کو قبر میں پہلے اتارا جاتا تھا جو قرآن شریف زیادہ جانتے تھے۔ نیز شہداء کے متعلق حکم تھا کہ انہیں میدانِ جنگ میں ہی دفنا دیا جاوے۔

۳۸۔ شہداء کا جنازہ بعض اوقات تو لڑائی کے بعد فوراً پڑھ دیا جاتا تھا اور بعض اوقات جب امن کی صورت نہ ہو تو بعد میں کسی اور موقعہ پر پڑھا جاتا تھا۔

۳۹۔ آنحضرت صلعم کا یہ عام طریق تھا کہ حتی الوسع دشمن کے مقتولوں کو بھی اپنے انتظام میں دفن کروا دیتے تھے[1]۔

۴۰۔ اسلامی جنگوں میں لڑنے والے تنخواہ دار نہیں ہوتے تھے۔

۴۱۔ مالِ غنیمت کی تقسیم کا یہ اصول تھا کہ سب سے پہلے امیر لشکر غنیمت کے مال میں سے کوئی ایک چیز اپنے لئے چن لیتا تھا جسے صفیہ کہتے تھے۔ پھر سارے اموال کا پانچواں حصہ خدا اور اس کے رسول کے لئے الگ کر دیا جاتا تھا اور اس کے بعد بقیہ مال فوج میں بحصہ برابر تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اس طرح پر کہ سوار کو پیدل کی نسبت دو حصے زیادہ دیا جاتا تھا اور نیز مقتول کافر کا ذاتی سامان جو اس کے جسم پر ہو وہ بھی مسلمان قاتل کا حق سمجھا جاتا تھا۔

۴۲۔ جو خمس خدا اور اس کے رسول کے لئے الگ کیا جاتا تھا اس میں کچھ تو آنحضرت صلعم اپنے اہل و عیال اور اقرباء میں تقسیم فرما دیتے تھے اور بیشتر حصہ اس کا مسلمانوں کی اجتماعی دینی اور قومی اغراض میں صرف ہوتا تھا اور اسی لئے آنحضرت صلعم نے ایک دفعہ صحابہ سے فرمایا کہ مالِ غنیمت میں سے مجھے خمس کے علاوہ ایک اونٹ کے بال کے برابر بھی لینا حرام ہے۔ والخمس مردود علیکم[2]۔ اور پھر یہ خمس بھی تمہارے ہی کام آتا ہے۔

---

[1] مسلم۔ [2] موطا۔

[1] دار قطنی بحوالہ الروض الانف حالات غزوہ بدر۔ [2] موطا مالک۔

۴۳۔ لڑائی کے میدان میں عام طور پر نماز کی ادائیگی کا یہ طریق تھا کہ امام تو ایک ہی رہتا تھا لیکن فوج کے آدمی مختلف حصوں میں باری باری آکر امام کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے اور بقیہ فوج دشمن کے سامنے رہتی تھی۔ اسے صلوٰۃِ خوف کہتے تھے اور مختلف حالات کے ماتحت اس کی مختلف صورتیں تھیں۔

۴۴۔ شروع شروع میں بعض صحابہ سفروں میں روزے رکھتے تھے اور بعض افطار کرتے تھے۔ لیکن آخری ایام میں آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا تھا کہ سفر میں روزہ نہ رکھا جاوے اور فرمایا تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی کا کام نہیں ہے۔ اور جن صحابہ نے آپؐ کے اس حکم کو محض ایک سفارش سمجھ کر روزہ رکھ لیا اُن کے متعلق آپؐ نے فرمایا اولٰئک العصاۃ[1] یعنی یہ لوگ نافرمانی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

۴۵۔ جاسوس کے قتل کا عرب میں دستور تھا۔ اور آنحضرت صلعم نے اسے برقرار رکھا۔

۴۶۔ دشمن کے قاصد کو روک لینے یا کسی قسم کا نقصان پہنچانے یا قتل کرنے سے آنحضرت صلعم سختی سے منع فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ بعض لوگ کفار کے قاصد ہو کر آئے اور انہوں نے آپؐ کے سامنے گستاخانہ طریق پر باتیں کیں۔ آپؐ نے فرمایا تم قاصد ہو اس لئے میں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ایک اور موقعہ پر ایک قاصد آیا اور آپؐ سے مل کر مسلمان ہو گیا۔ اور پھر اس نے آپؐ سے عرض کیا کہ میں اب واپس جانا نہیں چاہتا۔ آپؐ نے فرمایا میں بدعہدی کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ تم قاصد ہو تمہیں بہرحال واپس جانا چاہیئے۔ ہاں اگر پھر آنا چاہو تو آجانا۔ چنانچہ وہ گیا اور کچھ عرصہ کے بعد موقعہ پا کر پھر واپس آگیا۔[1]

۴۷۔ جب مکہ اور مدینہ کی سرزمین شرک کے عنصر سے پاک ہو گئی۔ اُس وقت یہ اعلان کیا گیا کہ اگر اب بھی کوئی بیرونی مشرک مذہبی تحقیق کے لئے حجاز میں آنا چاہے تو بخوشی آسکتا ہے اور آنحضرت صلعم نے اعلان فرمایا کہ اس کی حفاظت اور پُرامن واپسی کے ہم ذمہ وار ہوں گے۔[2]

۴۸۔ کفار میں سے جو لوگ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر لیتے تھے ان کی حفاظت اور حقوق کا آپؐ کو خاص خیال رہتا تھا۔ چنانچہ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ مَن قتل معاهداً لم یرح رائحة الجنة[3] یعنی "جو مسلمان کسی معاہد کافر کو قتل کرے گا اُسے جنت کی ہوا تک نہیں پہنچے گی۔"

نیز آپؐ نے یہ حکم جاری فرمایا تھا کہ جو مسلمان کسی معاہد کافر کو یونہی غلطی سے بلا ارادے کے قتل کر دے اس کا فرض ہو گا کہ اس کے

---

[1] ترمذی ابواب الصوم۔

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد۔ [2] قرآن کریم سورۃ توبہ۔ [3] بخاری کتاب الجہاد۔

رشتہ داروں کو پوری پوری دیتہ ادا کرنے کے علاوہ ایک غلام آزاد کرے۔[۱]

۴۹۔ معاہد کافر کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ من ظلم معاھداً او انتقصہ او کلفہ فوق طاقتہ او اخذ منہ شیئاً بغیر طیب نفسہ فانا حجیجہ یوم القیامۃ۔[۲] یعنی جو مسلمان کسی معاہد کافر پر کسی قسم کا ظلم کریگا یا اُسے کوئی نقصان پہنچائے گا یا اُس پر کوئی ایسی ذمہ داری یا ایسا کام ڈالے گا جو اُس کی طاقت سے باہر ہے یا اُس سے کوئی چیز بغیر اس کی خوشی اور مرضی کے لے گا تو اے مسلمانو سُن لو کہ میں قیامت کے دن اس معاہد کافر کے خلاف خدا سے انصاف چاہوں گا۔"

۵۰۔ آنحضرت صلعم جب کسی قوم کے خلاف جنگ کرنے کو نکلتے تھے تو فتح حاصل ہونے کے بعد عموماً تین دن سے زیادہ وہاں نہیں ٹھہرتے تھے۔ اور یہ غالباً اس لئے کرتے تھے کہ وہاں کے لوگوں کے لئے اسلامی لشکر کا قیام موجب تکلیف و پریشانی نہ ہو۔[۳]

۵۱۔ سب سے آخر میں مگر غالباً سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاد میں دین کی حفاظت اور فتنہ کے سدِّ باب کے سوا کسی اور نیت کو ناجائز سمجھا جاتا تھا۔ اور آنحضرت صلعم کا عام اعلان تھا کہ جو شخص غنیمت کے لالچ میں یا بڑائی کے اظہار کے لئے یا کسی اور دنیاوی غرض سے نکلتا ہے وہ جہاد کے ثواب سے قطعی محروم ہے۔ اس ضمن میں کسی قدر مفصل بحث اوپر گزر چکی ہے۔

اس جگہ یہ ذکر بھی بے موقعہ نہ ہوگا کہ اُس زمانہ میں عرب میں لڑنے کا طریق یہ ہوتا تھا کہ جب فوجیں ایک دوسرے کے سامنے ہو جاتی تھیں تو خاص خاص لوگ انفرادی مقابلوں کے لئے آگے نکل کر مبارز طلبی کرتے تھے اور ان انفرادی مقابلوں کے بعد حملہ کیا جاتا تھا۔ جنگ میں پیدل اور گھوڑے پر سوار ہو کر دونوں طرح لڑنے کا دستور تھا مگر گھوڑے پر سوار ہو کر لڑنا بہتر سمجھا جاتا تھا۔ اونٹ عموماً صرف سفر کاٹنے یا اسباب اُٹھانے کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ آلاتِ حرب حملہ کے لئے تلوار، نیزہ اور تیر کمان تک محدود تھے اور دفاع کے لئے ڈھال اور زرہ اور خود استعمال کئے جاتے تھے۔ عرب کے بعض قبائل میں دشمن پر پتھر کی بارش برسانے کے لئے ایک قسم کی مشین بھی استعمال ہوتی تھی جسے منجنیق کہتے تھے۔ اس مشین کا خیال غالباً ایران سے عرب میں آیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے اس کا استعمال محاصرۂ طائف کے موقعہ پر فرمایا تھا۔

(سیرۃ خاتم النبیین حصہ دوم از صـ۸۱ تا صـ۹۲)

---

[۱] قرآن شریف سورۃ نساء۔ [۲] ابوداؤد۔
[۳] بخاری کتاب الجہاد۔

حضرات صحابہ کرامؓ کا شوقِ جہاد و شوقِ شہادت

ہمیں آج اسی جذبے کی ضرورت ہے

اسلام کے فرائض و اعمال میں جہاد سب سے زیادہ سخت ہے۔ لیکن صحابہ کرامؓ کو جہاد کا اس قدر شوق تھا کہ حضرت زبیرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت تک برابر جہاد ہی میں مشغول رہے[1]۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شرکتِ جہاد کے لئے عام منادی کرائی۔ ایک صحابی نہایت بوڑھے تھے اور خدمت کے لئے ان کے پاس کوئی خادم بھی نہ تھا۔ تاہم اس قدر شوقِ جہاد رکھتے تھے کہ شریکِ جہاد ہوئے اور خدمت کے لئے تین دینار کی اُجرت پر ایک شخص کو ساتھ لیتے گئے[2]۔

بیوی اور جائیداد سب کو عزیز ہوتے ہیں لیکن شوقِ جہاد میں بعض صحابہ نے ان کو بھی الگ کر دیا تھا۔ حضرت سعد بن ہشامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور مدینہ آیا کہ وہاں کی جائیداد کو بیچ کر ہتھیار خریدوں اور جہاد کروں لیکن چند صحابہ ملے اور انہوں نے کہا ہم میں بھی چھ شخصوں نے یہی ارادہ کیا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرما دیا[3]۔

عہدِ نبوت میں شہادت ایک ابدی زندگی خیال کی جاتی تھی اس لئے ہر شخص اس آبِ حیات کا پیاسا رہتا تھا۔ حضرت امِّ ورقہ بن نوفلؓ ایک صحابیہ تھیں۔ جب بدر کا معرکہ پیش آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مجھ کو شریکِ جہاد ہونے کی اجازت عطا فرمائیے۔ میں مریضوں کی تیمارداری کروں گی۔ شاید مجھے بھی درجۂ شہادت حاصل ہو جائے[4]۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بدو ایمان لایا اور آپ کے ساتھ ہجرت پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن آپؐ نے اس کو بعض صحابہ کے سپرد کر دیا جن کے وہ

---

[1] بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ۔

[2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الرجل یغزو باجیر لیخدم۔

[3] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی صلوٰۃ اللیل۔

[4] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ النساء۔

اونٹ چرایا کرتا تھا۔ لیکن جب ایک غزوہ میں مالِ
غنیمت ہاتھ آیا اور آپؐ نے اس کا بھی حصّہ لگایا تو
اس نے کہا میں اس لئے ایمان نہیں لایا۔ میں اسلئے
حلقۂ اسلام میں داخل ہوا ہوں کہ میرے حلق میں
تیر لگے اور مَیں شہید ہو کر جنت میں داخل ہوں۔ تھوڑی
دیر بعد معرکۂ کارزار گرم ہوا تو وہ ٹھیک حلق پر تیر
کھا کر شہید ہوا۔ صحابہ کرام آپ کے سامنے لائے
تو آپؐ نے فرمایا کہ:۔

"اس نے خدا کی تصدیق کی تو
خدا نے بھی اس کی تصدیق کی۔"

یہ کہہ کر خود اپنا جبہ کفن کے لئے عنایت فرمایا۔[1]

غزوۂ اُحد میں ایک صحابی نے آپؐ سے پوچھا
"اگر مَیں شہید ہو جاؤں تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟"
ارشاد ہوا کہ "جنت میں" کھجوریں ہاتھ میں تھیں اُن کو
پھینکا اور لڑ کر شہید ہوئے۔

غزوۂ بدر میں جب مشرکینِ مکہ قریب آگئے تو
آپؐ نے صحابہ کرام کو خطاب کر کے فرمایا:۔

"اُٹھو اور وہ جنت لو جس کا
عرض آسمان اور زمین کے برابر
ہے۔"

حضرت عمیر بن الحمام الانصاری نے کہا "یا رسول اللہ
آسمان و زمین کے برابر؟" ارشاد ہوا "ہاں" بولے
واہ وا۔ فرمایا "واہ وا کیوں کہتے ہو؟" عرض
کی صرف اس امید میں کہ شاید مَیں بھی اس میں داخل
ہو سکوں۔ ارشاد ہوا کہ "تم داخل ہو گئے"۔ اس
سوال و جواب کے بعد انہوں نے جھولی سے
کھجوریں نکالیں اور کھانے لگے۔ پھر شوقِ شہادت
نے جوش مارا اور بولے کہ "اتنا وقفہ بھی جس میں
یہ کھجوریں کھا سکوں میرے لئے بہت ہے۔" یہ کہکر
کھجوروں کو پھینکا، میدان میں گئے، لڑے اور
شہید ہوئے۔

حضرت انسؓ کے چچا غزوۂ بدر میں شریک
نہ ہو سکے تھے۔ اس لئے ہمیشہ یہ کانٹا ان کے دل
میں کھٹکا کرتا تھا۔ غزوۂ اُحد پیش آیا
تو اس میں اس جانبازی کے ساتھ لڑ کر شہید ہوئے
کہ اُن کی بہن کا بیان ہے کہ تیر، نیزے اور تلوار
کے اسّی سے زیادہ زخم ان کے جسم پر تھے مَیں نے
صرف ان کو انگلیوں سے پہچانا۔

ایک بار ایک صحابی نے معرکۂ جنگ میں یہ
روایت کی کہ "جنت کے دروازے تلوار کے سایہ
کے نیچے ہیں"۔ ایک صحابی اُٹھے اور کہا "تم نے
اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے؟"
بولے "ہاں"۔ وہ وہاں سے اُٹھ کر اپنے رفقاء
کے پاس آئے اور سلام کر کے ان سے رخصت
ہوئے۔ تلوار کا میان توڑ کر پھینک دیا اور دشمن کی

---

[1] نسائی کتاب الجنائز۔

صف میں گھس کر لڑے اور شہید ہوئے۔[۱]

حضرت عبداللہ بن ثابتؓ کو طاعون ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لائے تو آثارِ موت طاری ہو چکے تھے۔ عورتیں رونے لگیں۔ اُن کی صاحبزادی روتی تھیں اور کہتی تھیں کہ "مجھے توقع یہ تھی کہ آپ شہید ہوں گے۔ آپ نے جہاد کا سامان بھی مکمل کر لیا تھا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان کو نیت کا ثواب مل چکا ہے۔"[۲]

حضرت عمرو بن الجموحؓ ایک بوڑھے اور لنگڑے صحابی تھے۔ غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جسمانی معذوری کی وجہ سے انہیں مدینہ ہی میں چھوڑ دیا تھا لیکن غزوۂ احد میں انہوں نے بیٹوں سے کہا "مجھے میدانِ جہاد میں جانے دو۔" سب نے کہا آپ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کر دیا ہے۔ بولے "افسوس تم نے مجھے بدر میں جنت سے محروم رکھا اور اب اُحد میں بھی محروم رکھنا چاہتے ہو؟" یہ کہہ کر روانہ ہوئے۔ جب لڑائی کا وقت آیا تو بولے یا رسول اللہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو اسی طرح لنگڑاتا ہوا جنت میں پہنچ جاؤں گا؟" ارشاد ہوا "ہاں" یہ سُنکر آگے بڑھے، لڑے اور شہید ہوئے۔[۱]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غزوہ تبوک میں شرکت کے لئے منادی کرائی تو حضرت واثلہ بن اسقع تمام مدینہ میں پکارتے پھرے کہ کون اُس شخص کو سواری دیتا ہے جو اپنی غنیمت کا حصہ اُس کے صلے میں دینے کو تیار ہے؟ ایک بُڈھے انصاری نے جواب دیا "میں دیتا ہوں"۔ وہ راضی ہو گئے اور اُن کے ساتھ چل کھڑے ہوئے۔ مالِ غنیمت تقسیم ہوا تو اُن کے حصہ میں چند نوجوان اونٹنیاں آئیں اور انہوں نے اونٹنیوں کو لا کر انصاری بزرگ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ بولے "ذرا اِدھر اُدھر پھرا کر تو دکھاؤ"۔ اُنہوں نے انہیں آگے بڑھایا اور پھر پیچھے ہٹایا۔ دیکھ بھال کر کے بولے "نہایت عمدہ ہیں"۔ اُنہوں نے کہا "شرط کے موافق تو یہ آپ کی ہیں"۔ بولے "اپنی اونٹنیاں لے جاؤ ہمارا مقصود تمہارا یہ حصہ نہ تھا بلکہ کچھ اور تھا" یعنی ثوابِ جہاد میں شرکت۔[۲]

(اُسوۂ صحابہؓ)

۱۔ مسلم کتاب الامارۃ باب ثبوت الجنۃ للشہید۔
۲۔ ابوداؤد کتاب الجنائز فصل من مات فی الطاعون۔

۱۔ اسد الغابہ تذکرہ سلیم مولیٰ عمرو بن الجموح۔
۲۔ ابوداؤد کتاب الجہاد۔

مسئلہ کشمیر اور اقوام متحدہ

بد عہدیوں کی طویل داستان

سلامتی کونسل گزشتہ سترہ برس سے مسئلہ کشمیر حل کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ اس نے جتنی بھی تجاویز پیش کیں ان میں کشمیر میں استصواب رائے کرانے پر زور دیا گیا تھا لیکن بھارت ہمیشہ ان قراردادوں سے پہلوتہی کرتا رہا ہے۔ سلامتی کونسل نے جو قراردادیں اور تجاویز پیش کیں وہ درج ذیل ہیں:۔

۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو برطانوی وزیراعظم لارڈ ایٹلی نے پاکستان اور بھارت کے وزراء اعظم کو تار دیا کہ وہ کشمیر کے مہاراجہ اور وزیراعلیٰ کی معیت میں ان سے ملاقات کریں تاکہ کشمیر کے تنازعہ کو حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ پاکستان نے اس ملاقات پر رضامندی کا اظہار کیا لیکن بھارت نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔

یکم نومبر ۱۹۴۷ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے تجویز پیش کی کہ پاکستان اور بھارت متنازعہ علاقے میں مشترکہ طور پر حالات معمول پر لانے کی کوشش کریں اور استصواب رائے کرائیں لیکن بھارت نے اس تجویز سے اتفاق نہ کرتے ہوئے اس مسئلہ کو اقوام متحدہ میں پیش کر دیا۔

جنگ بندی کے معاہدے کا موثر نفاذ یکم جنوری ۱۹۴۹ سے ہوا۔ ۲۷ جولائی ۱۹۴۹ء کو خط متارکہ جنگ کی حد بندی کا معاہدہ ہوا لیکن اقوام متحدہ کا کمیشن عمل درآمد کرانے میں ناکام رہا۔

مارچ ۱۹۴۹ء میں اقوام متحدہ کے کمیشن برائے ہند و پاکستان نے بھارت اور پاکستان کے نمائندوں کا مشترکہ اجلاس بلایا جس میں دونوں ملکوں کے نمائندوں نے رضامندی کا اظہار کیا کہ دونوں ملک اپنی فوجوں کو واپس بلانے کے منصوبے پیش کریں۔ پاکستان نے اس پر عمل کیا لیکن بھارت نے اس تجویز پر بھی عمل درآمد نہ کیا۔

کمشن نے تجویز کیا کہ قراردادوں کی توضیح سے دونوں ملکوں میں جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں وہ ایڈمرل نمٹز کے سامنے پیش کئے جائیں اور انہیں ثالث تسلیم کیا جائے۔ امریکہ کے صدر اور برطانیہ کے وزیراعظم نے ذاتی طور پر اپیل کی کہ اس تجویز پر اتفاق کیا جائے۔ پاکستان نے اس تجویز کو منظور کر لیا لیکن بھارت نے اس تجویز کو بھی مسترد کر دیا۔

---

۲۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کو جنرل اے۔ جی۔ ایل میکناٹن نے امریکی نمائندے کی حیثیت سے کشمیر سے فوجوں کے مکمل انخلاء

کا منصوبہ مرتب کیا جسے پاکستان نے منظور کر لیا لیکن بھارت نے اسے مسترد کر دیا۔

جولائی ۱۹۵۰ء میں اقوام متحدہ کے نمائندے سر اوون ڈکسن نے بھی فوجوں کے انخلاء کی تجویز مرتب کی جسے بھارت نے مسترد کر دیا لیکن پاکستان نے اس تجویز کو بھی منظور کر لیا۔

جنوری ۱۹۵۱ء میں دولت مشترکہ کے وزراء اعظم نے کشمیر میں غیر جانبدارانہ استصواب رائے کی راہ ہموار کرنے کیلئے وہاں سے فوجوں کے انخلاء کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ انہوں نے تجویز کیا کہ دونوں ملکوں کی فوجیں کشمیر خالی کر دیں اور وہاں غیر ملکی فوجیں بھیجی جائیں۔ پاکستان نے اس تجویز کو بھی منظور کر لیا لیکن بھارت نے اسے مسترد کر دیا۔

مارچ ۱۹۵۱ء میں برازیل کے نمائندے نے تجویز کیا کہ اقوام متحدہ کی ۱۳ راگست ۱۹۴۸ء اور ۵ رجنوری ۱۹۴۹ء کی قراردادوں کی توضیح سے دونوں ملکوں میں جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں وہ ثالث کے فیصلے کے مطابق ختم کئے جائیں پاکستان نے اس تجویز پر رضامندی کا اظہار کیا لیکن بھارت نے تجویز کو منظور کرنے سے انکار کر دیا۔

مارچ ۱۹۵۱ء اور دسمبر ۱۹۵۲ء کے دوران اقوام متحدہ کے نمائندے ڈاکٹر فرینک پی گراہم نے فوجوں کے انخلاء کے سلسلہ میں متعدد تجاویز پیش کیں لیکن بھارت نے تمام تجاویز کو مسترد کر دیا۔

دسمبر ۱۹۵۲ء میں سلامتی کونسل نے ایک قرارداد منظور کی جس میں دونوں حکومتوں پر زور دیا گیا کہ دونوں ملک اقوام متحدہ کے نمائندے کی سرکردگی میں خط متارکہ جنگ کے دونوں جانب فوجوں کی تعداد کے معاہدے کے سلسلہ میں فوری طور پر بات چیت کریں۔ پاکستان نے اس تجویز کو بھی منظور کر لیا لیکن بھارت نے اسے مسترد کر دیا۔

فروری ۱۹۵۳ء میں ڈاکٹر گراہم نے متنازعہ مسائل کو حل کرنے کے لئے دونوں حکومتوں کے درمیان براہ راست بات چیت کی تجویز پیش کی۔ چنانچہ پاکستان اور بھارت کے وزراء اعظم کے اجلاس ہوئے۔ تیسرے اجلاس کے آخر میں جو کہ ۱۷ راگست سے ۲۰ راگست ۱۹۵۳ء تک دہلی میں ہوا ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں اس بات کی دوبارہ تصدیق کی گئی تھی کہ کشمیری عوام کی خواہشات معلوم کرنے کے لئے قابل عمل طریق کار صرف یہی ہے کہ وہاں غیر جانبدارانہ استصواب رائے کرایا جائے اور استصواب رائے کے لئے ٹائم ٹیبل مرتب کیا جائے۔ اس مشترکہ اعلامیہ کا یہ فائدہ ہوا کہ بنیادی مسائل کو حل کرنے کے لئے ماہرین کی کمیٹی کی تشکیل ہوئی۔ ان بنیادی مسائل میں سب سے اہم مسئلہ کشمیر سے فوجوں کا انخلاء تھا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد بھارت اس معاہدے سے منحرف ہو گیا۔

مارچ۔ اپریل ۱۹۵۷ء میں اقوام متحدہ کے ایک اور

نمائندہ سویڈن کے مسٹر گنّر روی جارنگ نے ثالثی کی ایک اور تجویز پیش کی جسے پاکستان نے منظور کر لیا لیکن بھارت نے اسے بھی مسترد کر دیا۔

جنوری۔ فروری ۱۹۵۸ء میں ڈاکٹر گراہم نے مسئلہ کے حل کے لئے پاکستان اور بھارت کو پانچ تجاویز پیش کیں۔ پاکستان نے یہ تجاویز منظور کر لیں لیکن بھارت نے کسی ایک پر بھی رضامندی کا اظہار نہ کیا۔

ڈاکٹر گراہم کی آخری رپورٹ ابھی سلامتی کونسل کے پاس غور و خوض کے لئے پڑی تھی کہ صدر پاکستان نے ۲۷ر اکتوبر ۱۹۵۸ء کو اس تنازعہ کو پُرامن طور پر حل کرنے کے لئے نئے سرے سے کوششیں شروع کر دیں لیکن بھارت کی طرف سے ان کی کوششوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی۔

۲۲ر جون ۱۹۶۲ء کو سلامتی کونسل میں یہ تجویز کیا گیا کہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل او تھان اس تنازعہ کو طے کرنے کے لئے اپنی کوششیں کریں۔ پاکستان نے اس کی حمایت کی لیکن بھارت نے اس کی مخالفت کی۔

جنوری ۱۹۶۲ء میں آنجہانی صدر کینیڈی نے تجویز کیا کہ عالمی بنک کے صدر مسٹر یوجین بلیک جنہوں نے پاکستان اور بھارت کے سندھ نہر کے پانی کے جھگڑے کو کامیابی سے ختم کرایا تھا، اس سلسلہ میں دونوں حکومتوں سے بات چیت کریں۔ پاکستان نے اس تجویز کا بھی خیر مقدم کیا لیکن بھارت نے اسے مسترد کر دیا۔

دسمبر ۱۹۶۲ء سے مئی ۱۹۶۳ء تک پاکستان کے اور بھارت کے موجودہ وزراء خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو اور سردار سورن سنگھ کی چھ ملاقاتیں صدر ایوب کی تحریک پر ہوئیں لیکن یہ تمام گفت گو ناکام ہوئی اور بھارت نے موجودہ خط متارکہ جنگ کو آخری نشان سمجھ لیا اور کشمیری عوام کو اپنی مرضی کے مطابق اپنے مستقبل کے فیصلے سے محروم کر دیا گیا۔

اب مسئلہ کشمیر ایک مرتبہ پھر اقوام متحدہ کے سامنے پیش ہوا ہے۔ اگر اب بھی اقوام متحدہ انصاف سے کام نہ لیا اور تغافل برتا تو پھر پاکستان مسئلہ کشمیر کے باعزت تصفیے کے لئے اپنی پسند کا راستہ اختیار کرنے میں حق بجانب ہوگا!!

۵

قریب ہے یار روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا!

شہری دفاع

ہمارا ملک خدا کے فضل و کرم سے مضبوط و متحد ہے اور ہماری فوجیں ہر قسم کے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے دشمن کے ہوائی حملہ کی صورت میں آپ کو ہرگز ہراساں نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ کامل سکون اور اطمینان سے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ خطرے کے وقت چار چار سیکنڈ کے وقفوں سے ساتھ بھونپو (سائرن) بجائے جائیں گے اور ان کے ساتھ ہی پولیس کے سپاہی اور علاقہ کے وارڈن بھی مسلسل آواز کے ساتھ سیٹیاں بجائیں گے۔

ہوائی حملہ کی صورت میں

کیا کرنا چاہیئے	کیا نہیں کرنا چاہیئے
اگر آپ اپنے گھر پر موجود ہوں	
(۱) بجلی کا بڑا سوئچ بند کر کے بجلی کی بتیاں بجھادیں اور ہر قسم کی دوسری روشنی گُل کردیں جو باقاعدہ ڈھانپ نہ لی گئی ہو	(۱) صحن میں کوئی روشنی مت کریں۔
(۲) پانی کا نل بند کردیں۔	(۲) باہر نکل کر سگریٹ نوشی مت کریں۔
(۳) تمام کھڑکیاں کھول دیں اور انہیں کھلا رکھیں۔	(۳) باہر چولہے میں آگ مت جلائیں۔
(۴) کھڑکیوں کے پردے گرا دیں	(۴) کوئی روشنی ایسی نہ رکھیں جو صحیح طریقہ سے ڈھانپ نہ لی گئی ہو۔ ٹارچ استعمال کرنا منع ہے۔
(۵) حفاظتی کمرے میں پناہ لیں۔	(۵) مکان کی چھت پر یا صحن میں بلا ضرورتِ خاص مت نکلیں۔
(۶) کمرے کے کونے میں یا سیڑھیوں کے نیچے یا انگیٹھی میں پناہ لیں۔	(۶) دروازوں اور کھڑکیوں کے سامنے مت بیٹھیں۔
(۷) دیوار کے قریب بیٹھیں۔	(۷) مگر دیوار کا سہارا مت لیں۔ ہٹ کر بیٹھیں۔

(۸) اپنے اوپر چارپائی، میز، تخت پوش، تختہ کھڑا کر دیں تاکہ ملبہ گرنے کی صورت میں بچاؤ ہو سکے۔

(۹) دروازے، کھڑکیاں اور روشندانوں کے شیشے۔ بچاؤ کے لئے اندر کی طرف بھاری پردہ لٹکا دیں یا کوئی اور بندوبست کریں تاکہ شیشہ ٹوٹ کر نقصان نہ پہنچائے۔

(۱۰) پانی کافی مقدار میں جمع رکھیں۔

(۱۱) تیل اور پٹرول کی آگ بجھانے کے لئے ریت بھی رکھیں اور اس سے آگ بجھائیں۔

(۱۲) کان ہاتھ کی ہتھیلیوں سے یا روئی کی تمبیوں سے بند کر لیں۔

(۱۳) رومال یا کوئی کپڑا گول کر کے یا ربڑ دانتوں کے درمیان رکھ لیں۔

(۱۴) آگ لگانے والے بم سے باخبر رہیں۔ گرنے کی صورت میں اسے قابو میں لائیں۔ یا اپنے علاقے کی آگ بجھانے والی جماعت کو اطلاع کریں یا وارڈن کو مطلع کریں۔

(۱۵) دشمن گیس پھینکے اس کی اطلاع ایک بینڈ بجا کر دی جاتی ہے۔ اس وقت دروازے اور کھڑکیاں فوراً بند کر لیں۔

(۱۶) اپنے علاقے کے وارڈن کی ہدایات کا خیال رکھیں۔ وہ آپ کا محافظ ہے۔

(۱۷) خشک راشن، طبی امداد، آگ بجھانے کا سامان رکھیں اور ریسکیو کا سامان مثلاً کلہاڑی

(۸) بغیر آڑ کے بیٹھنا درست نہیں۔

(۹) شیشوں کو کھلا مت چھوڑیں۔

(۱۰) پانی ضائع کرنے سے احتراز کریں۔ اس کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔

(۱۱) تیل اور پٹرول کی آگ کو ریت سے بجھائیں، پانی مت استعمال کریں۔

(۱۲) کان کھلے نہ چھوڑیں۔

(۱۳) منہ کو بند نہ کریں۔

(۱۴) آگ لگانے والے بم کو توجہ کئے بغیر مت چھوڑیں۔

(۱۵) گیس کی صورت میں دروازے، کھڑکیاں کھلی مت چھوڑیں۔

(۱۶) وارڈن کی مدد مت بھولیں اور اس سے رابطہ مت چھوڑیں۔

بیلچہ، رسّی، گینتی وغیرہ گھر میں رکھیں۔

گھر سے باہر

(۱) خطرے کا الارم سنتے ہی قریبی پناہ گاہ میں فوراً چلے جاویں۔

(۲) پناہ گاہ معلوم کرنے کے لئے علاقے کے وارڈن سے مدد لیں۔

(۳) اگر کوئی پناہ گاہ نہیں ملتی تو فوراً کھلی جگہ میں آڑ لیں۔

(۴) کسی گڑھے میں یا زمین پر پیٹ کے بل لیٹ جائیں۔ ہتھیلیوں سے کان بند کرلیں۔ کہنیوں کے سہارے چھاتی زمین سے اٹھا کر رکھیں۔ منہ میں رومال کی گیند بنا کر دانتوں سے پکڑ لیں۔ نگاہ نیچی رکھیں۔

(۵) درختوں کے نیچے جھاڑیوں کے ساتھ آڑ لینی زیادہ بہتر ہے۔

(۱) اگر گھر کچھ فاصلے پر ہے تو بھاگ کر وہاں پہنچنے کی کوشش مت کریں۔

(۲) اِدھر اُدھر بھاگ کر پریشان نہ ہوں۔

(۳) حملے کے وقت بازاروں میں، گلیوں میں ٹھہرے رہنا خطرناک ہے۔

(۴) سڑک، گزرگاہ، پٹرول پمپ یا تیل کے ذخیرے یا بھک سے اُڑ جانے والے مادہ کے اسٹور کے قریب آڑ نہ لیں۔

(۵) دیواروں کے قریب آڑ نہ لیں۔ اُن کی بلندی کا نصف حصّہ دُور ہٹ کر آڑ لینی چاہیئے۔

(۶) حملے کے وقت کھڑے رہنا خطرناک ہے کھڑے ہونے سے بیٹھنا اور بیٹھنے سے لیٹنا زیادہ محفوظ ہے۔

سواری کی صورت میں

(۱) موٹر گاڑی فوراً روک کر سڑک کے ایک طرف کھڑی کردیں۔

(۲) تمام گاڑیوں کی بتیاں گل کردیں۔

(۳) کھڑکیوں کے شیشے گرا دیں۔

(۴) گاڑی کی چابی اسکے سوچ میں چھوڑ دیں۔

(۱) موٹر گاڑی چلتی نہ رکھیں۔

(۲) کنٹرول شدہ اسٹاپ لائٹ کو جلتا رہنے دیں۔

(۳) گاڑی کے شیشے مت چڑھائیں۔

(۴) چابی اپنی جیب میں ڈال کر نہ لے جائیں۔

(۵) مناسب جگہ پر پناہ لیں۔

(۶) موٹر سائیکل، سکوٹر ہر قسم کا ٹریفک بند کیا جائے۔

(۵) گاڑی کے نیچے پناہ مت لیں۔ خطرناک ہے۔

(۶) گاڑیاں سڑک کے درمیان مت چھوڑیں۔

تانگہ یا بیل گاڑی

(۷) فوراً سڑک کے ایک طرف کھڑا کر دیں۔

(۷) مویشی جُتا نہ رہنے دیں۔ کھول کر درخت وغیرہ سے باندھ دیں یا اُلٹا مُنہ کر کے گاڑی سے باندھ دیں۔

مجمع میں

(۸) مجمع کو برخاست کر دیں۔ اور مناسب طریقہ سے آڑ لیں۔

(۸) بازار میں یا ایک ہی جگہ پر اکٹھے مل کر کھڑے نہ ہوں۔

ریل میں

(۹) ریل کے ڈبے کی بتی بجھا دیں۔ کھڑکیوں کا شیشہ اُتار دیں۔ سیٹ کے نیچے چلے جائیں۔

(۹) چلتی گاڑی کو مت روکیں۔

مکرم محمد شفیع صاحب اسلم

احمدی نوجوانو!

کیا ایسی قوم ترقی کر سکتی ہے؟

جو خدا تعالیٰ سے دور ہو اور عیاشیوں میں گرفتار ہو، جو مذہب سے آزاد ہو اور انجام کی پرواہ نہ کرے، سست اور غافل ہو، نصیحت پر کان نہ دھرے اور اپنے سُدھار کی فکر نہ ہو۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ ایسی قوم ہرگز ترقی نہیں کر سکتی۔ ایسے حالات میں نہ بچوں کی تربیت ہو سکتی ہے، نہ نوجوانوں کی اصلاح نہ کسی مقصد میں کامیابی ہو سکتی ہے، نہ فلاح وبہبودی کا بلند مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ تو پھر ہمارا کیا یہ کام نہیں ہے کہ ہم ان حالات کو بدل دیں، ان خیالات کو بدل دیں، اس زمین کو بدل دیں اور اس آسمان کو بدل دیں۔ میری قوم کے نوجوانو! بولو کیا یہ کام مشکل ہے۔ جبکہ ایک عظیم مامور من اللہ کی دی ہوئی بشارتیں بھی ہمارے ساتھ ہوں۔ کیا اس مقدس برگزیدہ نے یہ نہیں فرمایا:۔

"ہم ایک نیا نظام چاہتے ہیں۔
نئی زمین اور نیا آسمان"

فرمایا اور ضرور فرمایا اور خدائے بزرگ و برتر کی زبان میں فرمایا۔ اور یہ بات ضرور پوری ہو کر رہیگی۔ زمین و آسمان ٹل جائیں۔ مگر یہ بات نہیں ٹلے گی۔ یقین رکھو نئی زمین اور نیا آسمان بن کر رہے گا مگر مبارک ہیں وہ جن کی کوششوں سے یہ بشارتیں اپنی روحانی کیفیتوں کے ساتھ اس تاریک جہان کو روشن کر دیں۔

ہاں یاد آگیا اے احمدی جوانو! کیا تم نے اپنے محبوب آقا کے ہاتھ پر یہ عہد نہیں کیا کہ ہم
دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے
اور اس عہد کے تحت ہر قربانی کے لئے تیار رہیں گے
تو پھر اُٹھو ؎
اب اپنی طاقتوں کو تم آشکار کر دو
اور اس جہاں کو فوراً رشکِ بہار کر دو
تاریکیوں کا پردہ دنیا پہ چھا رہا ہے
تم اس کو پھاڑ ڈالو اور تار تار کر دو
کالی گھٹا ہے پانی منہ زور بہ رہا ہے
اے احمدی جوانو بیڑے کو پار کر دو

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے تو خدام الاحمدیہ کے نام سے تمہارے سپرد یہ کام کر دیا۔ اب تمہارا کام ہے کہ اسے ایسی خوش اسلوبی سے سرانجام دو۔ کہ تمہارے کارنامے رہتی دنیا تک زندہ رہیں۔

اپنے گھر کے اندر، اپنے محلے میں، اپنے عزیز واقارب میں، اپنے شہر میں، اور پھر اپنی قوم میں اور

اپنے ملک میں اخلاقی اور روحانی ماحول پیدا کر دو۔ عزیزو!! اپنے اِدھر اُدھر دیکھو، ہوش و خرد کی آنکھیں کھول کر دیکھو۔!!

معاشرہ کس قدر متعفن ہو رہا ہے۔ نوجوان کس سرعت کے ساتھ اخلاقِ فاضلہ کے گراں بہا جوہر سے عاری ہو کر ہلاکت کے گڑھے میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔ کہیں سینما کے مخرب الاخلاق منظر ان کے اوصافِ حمیدہ کی سفید اور بے داغ چادر پر سیاہ کاری کے نقوش جما رہے ہیں اور کہیں عشق و محبت کے افسانے اور اخلاق سوز ناول ان کے دل و دماغ میں گمراہی اور ضلالت کے جراثیم داخل کر رہے ہیں۔ کہیں ریڈیو کے فلمی گانے ان کو بدکرداریوں کے بدبودار میدان میں دھکیل رہے ہیں۔ دنیا کی خوبصورت بلائیں اپنی دلفریب اداؤں سے معصوم اور بھولے بھالے نوجوانوں کو اپنے دامنِ تزویر میں پھنسا رہی ہیں۔ مکر و دغا کے چھلاوے ان کی تاک میں ہیں۔ فرشتہ سیرت بچے اپنے ماں باپ کی غفلت و بے پروائی کے صدقے شیطانی سیرت اختیار کر رہے ہیں۔ بہرحال اِس دنیا کے حالات کا بغور مطالعہ کرنے والے حضرات خوب جانتے ہیں کہ آدم کی اولاد نے کس قدر اُدھم مچا رکھا ہے۔ چوری، بے ایمانی، غداری، خونریزی کا بازار گرم ہے۔ مذہبی تعصب، تنگ دلی، منافرت کا عام چرچا ہے۔

اُٹھو اے احمدی جوانو! اُٹھو!! قدرت کی ودیعت کردہ صفات کا مظہر بن کر اپنے ملک، اپنی قوم، اپنے مذہب کے لئے ہر قسم کی قربانی کر کے اس دنیا کا نقشہ بدل دو۔ شرم و حیاء، سچائی و پارسائی، محبت و مروت، دیانت و شرافت، نیکی و تقویٰ کے بیش قیمت موتی بکھیر دو۔ اور کبر و غرور، مکر و فریب، بغض و حسد، ضد و تعصب کے سنگریزے اخلاقِ حسنہ کے راستے سے ہٹا دو۔ بداخلاقی کے زہر آلود کانٹوں کو ختم کر کے تقویٰ و طہارت کے خوشبودار پھولوں سے دنیا کو معطر کر دو۔

پس اُٹھو اور پہلے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرو اور پھر کائناتِ عالم میں ایک پاکیزہ انقلاب پیدا کر دو۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جو پودا لگا گئے اسے سینچتے رہو۔ تا وہ اتنا بڑا ہو جائے کہ اس کے سائے تلے تھکے ماندے انسان آرام کریں اس کے شیریں پھل انسان کی رُوح کو تازگی بخشیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم نے بہت کچھ کیا ہے۔ مگر یہ بہت کچھ بھی سمندر کا ایک قطرہ ہے۔ ہمارے مقدس امام کس درد سے فرماتے ہیں ؎

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
اے مرے اہلِ وفا سُست کبھی گام نہ ہو

خود ہی نہیں اپنی اولاد کو بھی قربانیوں کے لئے تیار کرو۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"بہت ہیں جو اولاد کی خواہش تو رکھتے ہیں مگر ان کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتے۔"

دراصل بچپن کا ہی زمانہ ہے جس میں انسان کو جو چاہو بنایا جا سکتا ہے۔

ننھے ننھے بچے، خوبصورت اور معصوم بچے غلط رستے پر گامزن ہو کر چور، ڈاکو اور بدمعاش بن جاتے ہیں۔ اور اگر ان بچوں کی صحیح نگہداشت کی جائے تو بڑے ہو کر اپنے کردار کے لحاظ سے فرشتوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

بچے خدا تعالیٰ کی امانت ہیں اور ان کی تربیت کرنا ماں باپ کا فرضِ منصبی قرار دیا ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

زنانِ باردار اے مردِ ہشیار
اگر وقتِ ولادت مار زائند
ازاں بہتر کہ اے مردِ خردمند
کہ فرزندانِ ناہموار زائند

یعنی اگر عورتیں وقتِ ولادت سانپ جنیں تو اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ ایک ناہنجار لڑکا جنیں۔

سچ ہے ایسا بچہ جو والدین کی بے پروائی سے بڑا ہو کر قوم اور ملک کے لئے مصیبت بن جائے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ پیدا ہی نہ ہو۔

بہر حال خدام الاحمدیہ کا یہ فرض ہے کہ جہاں وہ اپنی اصلاح کا خیال رکھیں۔ وہاں اپنی اولاد کو بھی اعلیٰ درجہ کا انسان بنانے کی کوشش کریں۔ اور پھر تمام دنیا کی اصلاح کی فکر میں اپنی زندگی گزار دیں۔

بالآخر میں اپنے جذبات کو مندرجہ ذیل اشعار میں مختصر طور پر پیش کر کے مضمون کو ختم کرتا ہوں اور رخصت ہوتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے چاہا تو پھر ملوں گا۔

اے نوجوانو!

اے نوجوانو دنیا کے حالات بدل دو
جو ہو سکے عالم کے خیالات بدل دو
اس زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہیں ہم
کوشش کرو تو انکے دن رات بدل دو
پھر پیدا کر دو دنیا میں اک انقلاب تم
ہمت کرو یہ ارض و سموات بدل دو
انسان کو سکھا دو وہی طرزِ مساوات
پھر امتیازِ ذات کی ہر بات بدل دو
وہ قوتِ ایمان کا اعجاز دکھاؤ
تدبیر سے تقدیر کے اثرات بدل دو
عیسےٰؑ ہے آسمان پہ وہ اُتریگا ایک دن
تم ایسے واہیات خیالات بدل دو
....
....
باہر نکل کے تم ذرا تبلیغِ دیں کرو
اسلمؔ تم اپنے طرزِ عبادات بدل دو

افریقہ میدان اسلام کے ہاتھ میں ہے

ایک عیسائی عالم کا اعتراف

(مرسلہ:- مکرم رشید احمد صاحب جاوید راولپنڈی)

حال ہی میں اخبار "THE DYTON DAILY NEWS" میں ایک عیسائی عالم جناب والف میک گل نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ افریقہ میں اسلام اور عیسائیت کے درمیان جو مقابلہ ہو رہا ہے عیسائیت اس میں جیتتی نظر نہیں آتی۔ قارئین خالد کی دلچسپی کے لئے ان کے مضمون کا ترجمہ پیش ہے:-

نائیجیریا میں منعقد ہونے والی کلیسا کی عالمی مجلس کی ایک حالیہ کانفرنس سے متعلق اخبارات میں پڑھ کر مجھے اسی ملک کے ایک دیہاتی چیف سے اپنی گفتگو یاد آگئی۔ موضوع زیر بحث تھا "عیسائیت اور افریقہ میں اس کا اثر و نفوذ" تعدد ازدواج کے مسئلہ پہ بات چل نکلی۔ اس عیسائی چیف کی تین بیویاں تھیں۔ عیسائیت کے عقائد کی رُو سے وہ جانتا تھا کہ اس کا یہ فعل غیر مناسب ہے۔ اس علاقے کے بشپ کو البتہ اس بات کا علم نہ تھا یا شاید وہ اس بات کو چنداں اہم نہ سمجھتا تھا۔ بہرحال اپنے فعل کے دفاع میں اس چیف نے کہا۔ "لاریب میں ایک مخلص مسیحی ہوں تاہم میرا تین بیویاں رکھنا ضرورت کے عین مطابق ہے۔ یہاں آنیوالا ہر نووارد یہ اطمینان کر سکتا ہے کہ ہم لوگ تین بیویوں کے بغیر رہ ہی نہیں سکتے۔

اس نے بات جاری رکھی ـــــ "میلوں دور تو ہماری منڈی ہی ہے۔ ایک بیوی اس منڈی سے اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے چاہیئے۔ ایک بیوی کھیتوں میں فصلوں اور سبزیوں کی نگہداشت کے لئے بھی چاہیئے۔ یہ دو ہو گئیں لیکن بچوں کی حفاظت اور کھانے کی تیاری بھی تو ہونی چاہیئے۔ لازماً ایک تیسری بیوی بھی درکار ہے"۔

"یہ ہیں وہ حالات جن میں ہم لوگ گزر بسر کر رہے ہیں۔ ہمارے فعل کو گناہ قرار دینا قطعاً غلط ہے۔ ہم ضرورت کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ ہماری نسلیں گزر گئی ہیں مگر ہم نے کبھی اپنے آپکو اس ضرورت سے بے نیاز نہیں سمجھا۔"

گاؤں کا چیف اپنے اس موقف میں بالکل مخلص تھا۔ وہ اپنے آپ کو قطعی حق بجانب سمجھ رہا تھا۔ خیالات کے اسی رجحان کو کلیسا کی عالمی تنظیم کی کانفرنس کی خبروں میں شد و مد سے پیش کیا گیا۔ اسلام کو غیر معمولی فتح حاصل ہو رہی ہے۔ اس کے برعکس عیسائیت کی شرح ترقی افریقی افزائش آبادی کی شرح سے بہت پیچھے ہے۔

افریقن عیسائیوں کا خیال ہے کہ تعددِ ازدواج کا مسئلہ (عقائد سے قطع نظر) حقائق سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے برعکس کانفرنس کے یورپی مندوبین کا یہ خیال تھا کہ افریقہ میں کلیسا کو اپنے روایتی اصول بہر طور قائم رکھنے چاہئیں۔ عہدِ قدیم میں اگرچہ تعدد ازدواج کا عام رواج تھا تاہم یہ بات عیسائیت کے مسلّمہ اصولوں کے خلاف ہے۔ کئی افریقن علماءِ دین اس بات سے متفق نہیں۔ پادری ریورنڈ ای۔ اے۔ ایڈ گبولا (E.A. ADEGBOLA) سربراہ میتھوڈسٹ چرچ آف نائیجیریا کا کہنا ہے کہ "ہمارا یہ اصول بنا لینا کہ عیسائیت کا ایک مسلّمہ اصول اس لئے ایک خاص جگہ پر لاگو قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ وہاں اسلام کے بڑھتے ہوئے نفوذ کا مقابلہ مقصود ہے' درست نہیں۔ اس اصول کو اپنا کر ہم صرف اس رجحان کو تقویت پہنچا رہے ہوں گے کہ (کسی خاص علاقہ کے) لوگ میاں بیوی کی حیثیت میں رہیں مگر ان کی باقاعدہ شادی نہ ہوئی ہو۔ حقیقت بہرحال یہی ہے کہ افریقی گاؤں میں تعدد ازدواج ایک ناگزیر ضرورت ہے۔"

(دی ڈیٹن ڈیلی نیوز۔ سنڈے ایڈیشن
۔۔۔ ۱۳ مارچ ۱۹۶۵ء)

لطف الرحمن محمود

ہمارا سالانہ اجتماع

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ماہِ رواں کے تیسرے ہفتے میں ہمارا چوبیسواں "سالانہ اجتماع" ربوہ میں منعقد ہوگا۔ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اس اجتماع کے انتظامات کی تفصیلات بڑی تیزی سے طے کر رہی ہے۔ تربیتی زاویۂ نگاہ سے ہمارا یہ اجتماع خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں شامل ہونے کے لئے اطراف و جوانب سے احمدی نوجوان انشاء اللہ تعالیٰ بڑے ذوق و شوق سے تشریف لاتے ہیں اور اپنی اپنی کوشش، سعی، جدّ و جہد اور ظرف کے مطابق اس اجتماع کی گوناگوں برکات اور فیوض سے متمتع ہوتے ہیں۔

ہمارا سالانہ اجتماع کوئی عام میلہ منڈی نہیں، نہ ہی کوئی ٹورنامنٹ ہے۔ نہ ہی روایتی ثقافتی تقریب کی کوئی قسم ہے۔ خاص مقصد کے پیشِ نظر یہ اجتماع سالہا سال سے منعقد ہوتا چلا آرہا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے وہ مقصد کیا ہے؟ اس سوال کا جواب اجتماع میں شامل ہونے والے ہر خادم کو معلوم ہونا چاہیئے۔

اس کا جواب اس سوال میں پنہاں ہے کہ "ہم کون ہیں؟"۔ ہم خدا تعالیٰ کے مامور کی جماعت ہیں جسے خدا تعالیٰ کے مامور کی جماعت ہیں جسے خدا تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اور تکمیلِ اشاعت کے لئے پیدا کیا ہے تا اس مادی اور لادینی دَور میں اسلام کی ابدی صداقتوں کو اپنے قول اور فعل سے ثابت کر کے حق کا بول بالا کریں ـــــ ہمارے سوا آج اس دنیا کے پردے پر اس عظیم مقصد کی علمبردار اور کوئی الٰہی جماعت نہیں ـــــ اس اعزاز کا تاج صرف اور صرف ہمارے سر پر جگمگا رہا ہے ـــــ مگر اس عظیم الشان تاج کی بدولت ہمارے ناتواں کندھوں پر ذمہ داریوں کا وہ بوجھ آپڑا ہے جسے زمین کے پہاڑوں نے روزِ ازل اُٹھانے سے پہلو تہی کی تھی!! ـــــ ان عظیم فرائض کو سرانجام دینے کے لئے انہی کے موافق تربیت کی ضرورت ہے ـــــ نوجوان نسل کی اسی تربیت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہ نے "خدام الاحمدیہ" کی انجمن قائم فرمائی ـــــ اور اس تنظیم کو یہ "ماٹو" دے کر کہ "قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"[1] ـــــ نوجوانوں کی ہمہ گیر تربیت و اصلاح کا وسیع پروگرام اس مجلس کے سامنے رکھا۔ اس اہم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں "سلسلہ کی روحانی بقاء"[2] کیلئے از حد ضروری ہے ـــــ!!

اس بابرکت مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ خاص پروگرام پر عمل پیرا ہے۔ اس پروگرام کی ایک

۱؎ الفضل ۱۰ اپریل ۱۹۳۸ء۔ ۲؎ الفضل یکم مارچ ۱۹۴۵ء۔

اہم کڑی ہمارا ـــــ "سالانہ اجتماع" بھی ہے ۔!!

اس اجتماع کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ الٰہی جماعت کے ہر نوجوان کو اسلامی تعلیمات اور اخلاق کا مجسمہ اسلامی کردار کا مثالی مرقع اور قومی اور ملی درد و سوز کا حامل وجود بنایا جائے جس کی روح، جسم، قول فعل اور حرکت و سکون پر تقوی اللہ کی گہری چھاپ ہو، جو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے رنگ میں رنگین ہو۔ یہ ایسا مقصد ہے جسے حاصل کرنے کے لئے تین دن یقیناً ناکافی ہیں۔ اس کے لئے خاص جدوجہد کی ضرورت ہے لیکن ان تین دنوں میں احمدی نوجوانوں کو ایسے ماحول میں رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے جو ان کے لئے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک مثال ہو۔ تا وہ سال کے باقی ایام اس روح کے ساتھ گزاریں جو ان دنوں میں ان میں پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ہمارے اس دینی و تربیتی اجتماع میں قال اللہ اور قال الرسول کے پروگرام کے تحت قرآن مجید، احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا درس دیا جاتا ہے جس سے قلوب میں نرمی پیدا ہوتی اور اپنے فرائض کا احساس ہوتا ہے۔

- تہجد اور باجماعت نماز اور نوافل کے ذریعے خدا تعالیٰ کے حضور سر بسجدہ ہو کر توبہ و استغفار، دعا اور مدد طلب کرنے کے مواقع ملتے ہیں۔
- ذکر الٰہی تسبیح و تہلیل اور درود شریف کے ورد کی بدولت برکات اور انوار کا نزول ہوتا ہے۔
- **تلقین عمل** ۔ محترم صدر مجلس کے روح پرور خطابات کے علاوہ تلقین عمل کا خاص پروگرام ہوتا ہے جس میں جماعت کے بزرگ اصحاب اور خدام الاحمدیہ کے عہدیدار نوجوانوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔
- مجلس شوریٰ کی نشستوں میں مجلس کی ترقی کے لئے مشورے ـــــ مجلس کے مسائل پر غور و فکر ـــــ مجلس کے منصوبوں کی رفتار ترقی کا جائزہ !!۔ اس کارروائی کی سماعت سے دل میں قوم کا درد پیدا ہوتا ہے اور اپنی مشکلات اور ذمہ داریوں کا احساس!
- علمی مقابلہ جات ۔ جن میں نوجوانوں کی دینی اور عام معلومات اور ذہانت کا جائزہ لیا جاتا ہے اور ان میں مسابقت کی روح کو ابھارا جاتا ہے۔ !!
- ورزشی مقابلہ جات کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ تا نوجوانوں کو اس میدان میں بھی اپنے کمالات کے اظہار کا موقع ملے اور ان میں اپنے جسموں کو اسلام اور قوم کی خاطر مضبوط اور صحت مند بنانے کا شوق پیدا ہو۔

ہمارا یہ سارا پروگرام اس مرکزی نقطہ کے گرد گھومتا ہے کہ نوجوانوں میں وہ روحانی، علمی اور اخلاقی برتری پیدا کی جائے جو دوسرے کے لئے نمونہ بلکہ کرامت ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی کیفیت سے خدا کی نصرت کو مشروط فرما کر فرمایا۔

"ضروری امر ہے کہ ہم اپنے اخلاق اور اعمال میں ترقی کریں اور تقویٰ اختیار کریں تا خدا تعالیٰ کی

نصرت اور محبت کا فیض ہمیں ملے۔"[1]

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس قسم کے اجتماعات کی غرض و غایت کا تذکرہ کرتے ہوئے ۱۹۵۳ء کے اجتماع میں فرمایا تھا کہ :-

"ہمارے خدام کوئی کانگریسی یا مسلم لیگی والنٹیرز کے طور پر نہیں بلکہ انکی تنظیم اخلاقی اور تربیتی ترقی کے لئے ہے۔"[2]

بے شک ورزشی مقابلہ جات بھی اجتماع کے پروگرام کا حصہ ہیں لیکن وہ اس کا جزو ہیں اصل نہیں۔ اصل چیز روحانی تربیت اور اصلاح کی بھرپور جدو جہد ہے۔ اجتماع میں شمولیت کی نیت کے وقت اصل غرض ہی کو مدنظر رکھنا چاہیئے اور اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے خلوص کے ساتھ مکمل کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ صرف نیت ہی کافی نہیں۔ نیت کو عملی جامہ پہنانا ضروری ہے۔

سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے، روپیہ خرچ کرنے اور آرام کی زندگی ترک کرنے کے بعد بھی اگر ہم اس اجتماع سے استفادہ نہ کیا جائے تو در حقیقت مقامِ افسوس ہے ——— وہ قوم مُردہ ہو جاتی ہے جس کے کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہے۔ اس لئے یہ مدنظر رہنا چاہیئے کہ ہمارے اجتماع اصل غرض کھیلیں نہیں، اصل غرض تو دینی اور تربیتی پروگرام ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسی امکانی غلط فہمی کا تدارک کرتے ہوئے ایک اجتماع میں فرمایا تھا :-

"اس اجتماع کا مقصد خالی کھیل کود نہیں بلکہ اس کی غرض نوجوانوں کے اندر وہ قربانی اور اخلاص پیدا کرنا ہے جس کے ساتھ وہ اپنے فرض کو صحیح طور پر ادا کر سکیں۔"[3]

ہمارا یہ اجتماع اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر سال ترقی کرتا رہا ہے۔ خصوصاً گزشتہ چند برس سے اس کے اعداد و شمار میں خاصہ اضافہ ہوا ہے جو نوجوانوں کی بیداری کا ایک بیّن عددی ثبوت ہے :-

---

۱۔ الحکم جلد ۵ ۲۲-۲۰ ۱۹۰۱ء۔
۲۔ الفضل ۲۴ ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۳ء۔
۳۔ الفضل ۲۴ ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۳ء۔

سال	حاضری خدام مقامی	بیرونی خدام	کُل خدام
سنہ ۱۹۶۰ء	۱۰۰۴	۳۷۳	۱۳۷۷
سنہ ۱۹۶۱ء	۱۰۰۸	۴۶۱	۱۴۶۹
سنہ ۱۹۶۲ء	۱۱۸۰	۸۳۷	۲۰۱۷
سنہ ۱۹۶۳ء	۱۴۱۲	۱۰۷۰	۲۴۹۲
سنہ ۱۹۶۴ء	۱۴۷۱	۱۳۴۶	۲۸۱۷

اسی طرح اجتماع میں شامل ہونے والی مجالس میں بھی اضافہ ہوُا ہے :-

سال	تعداد مجالس
سنہ ۱۹۶۰ء	۱۳۷
سنہ ۱۹۶۱ء	۱۵۱
سنہ ۱۹۶۲ء	۱۸۸
سنہ ۱۹۶۳ء	۲۰۱
سنہ ۱۹۶۴ء	۲۱۰

اسی طرح اطفال کے اجتماع میں بھی مقامی اور بیرونی اطفال کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوُا ہے۔
اس کے علاوہ اجتماع کے جملہ انتظامات مقامِ اجتماع، نشر و اشاعت، قیام و طعام وغیرہ کا قدم بھی ہر سال آگے ہی جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اَور تغیر بھی نمایاں ہے جو اکثر نوجوانوں کے چہروں پر عیاں اور ان کے دلوں میں نہاں ہے۔ جسے اعداد و شمار کی میزان میں نہیں ڈالا جا سکتا ——— !!!

اُمید ہے احمدی نوجوان اپنے سالانہ اجتماع میں شمولیت کے لئے ابھی سے تیاری میں مصروف ہوں گے۔ قومی کاموں میں شرکت کا احساسِ ذمہ داری ہمارے قلوب میں جاگزیں رہنا چاہیئے۔ ہم میں سے ہر ایک کو نیک نمونہ پیش کرنا چاہیئے۔ حضور نے فرمایا ہے :-

"نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنا نیک نمونہ دکھائیں ..... تم بھول جاؤ اس امر کو کوئی اَور شخص بھی ہے ..... تم سمجھو کہ صرف تم پر ہی اس کام کی ذمہ داری عاید ہے۔ کیونکہ وہ شخص ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جو یہ کہتا ہے کہ میری یہ ذمہ داری ہے اور فلاں کی وہ ذمہ داری ہے۔ مومن وہ ہے جو سمجھتا ہے کہ صرف اور صرف میری ذمہ داری ہے[1] "

---

[1] الفضل ۱۰ را پریل ۱۹۳۸ء

یہاں یہ گزارش بھی بے جا نہ ہوگی کہ ہم سب بھائی اس اجتماع میں نیکی، اخلاق اور تقویٰ کا درس لینے کے لئے شامل ہوتے ہیں۔ انتظام و انصرام کو (جو اجتماع میں شریک ہونے والوں کی سہولت اور آسائش کے لئے ہوتا ہے) چلانے کے لئے بعض اصحاب کو ڈیوٹی پر مقرر کرنا پڑتا ہے جن سے تعاون ہم سب کا فرض ہے۔ ناظمین، معاونین اور ہم شرکائے اجتماع سب بھائی بھائی ہیں۔ برادرانہ محبت اور مودّت و اخوت کے ماحول میں یہ دن بلکہ ہماری ساری زندگی بسر ہونی چاہیئے۔ اس تقریب پر انتظام و انصرام کے مواقع پر بعض بھائی طبیعت کی تیزی کا مظاہرہ کر بیٹھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ نصیحت ایسے بھائیوں کو خاص طور پر پیش نظر رکھنی چاہیئے:۔

"جوشِ نفس سے دل دکھانے والے الفاظ استعمال نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگ پسند نہیں ہوتے۔ ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ ایک نمونہ بنانا چاہتا ہے۔"[۵]

آخر میں یہ تلخ حقیقت بھی پیش کرنا ضروری ہے کہ دنیا فانی شے ہے۔ یہ جوانی چار دن کی چاندنی ہے۔ زندگی گرتی ہوئی دیوار ہے۔ بھائیو! آؤ اس فانی زندگی کے برق رفتار لمحات میں نیک اعمال کی زنجیر ڈال دیں اور اپنی زندگیوں کو خدا اور اس کے رسولؐ کی ہدایات کی روشنی میں بسر کریں اور ان مواقع کی قدر کریں جو قال اللہ اور قال الرسولؐ کی نشر و اشاعت کے لئے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ حالیؔ نے کیا خوب کہا ہے ؎

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہہ رہی ہے گنگا ؛ کچھ کر لو نوجوانو! اٹھتی جوانیاں ہیں

بالآخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان بابرکت الفاظ پر ہر نوجوان کی خصوصی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"عمر کا پائیدار پر بھروسہ کرنا دانشمند کا کام نہیں۔ موت یونہی آکر دبا لیتی ہے اور انسان کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ جبکہ انسان اس طرح پر موت کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ پھر اس کی زندگی کا خدا تعالیٰ کے سوا کون ذمہ دار ہو سکتا ہے۔ اگر زندگی خدا کے لئے ہو تو اس کی حفاظت کرے گا۔ بخاری کی ایک حدیث ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے محبت کا رابطہ پیدا کر لیتا ہے خدا تعالیٰ اُسکے اعضاء ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اُسکی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کوئی اسکے ہاتھ پاؤں وغیرہ حتّٰی کہ اسکی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب انسان جذباتِ نفس سے پاک ہو جاتا ہے اور نفسانیت چھوڑ کر خدا کے ارادوں کے اندر چلتا ہے اس کا کوئی فعل ناجائز نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک فعل خدا کے منشاء کے موافق ہوتا ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ خدا تعالیٰ اسے اپنا فعل ہی قرار دیتا ہے۔"[۶]

یہ وہ منزلِ مقصود ہے جس پر ہر احمدی نوجوان کو پہنچنا چاہیئے اور اسی منزل کی طرف راہ نمائی کرنا ہمارے اجتماعات اور ان کے پروگراموں کا اصل مقصد ہے!!

---

۵ بدر جلد ۱۱ نمبر ۳ صفحہ ۲ نومبر ۱۹۱۱ء ۶ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۸۲

نقد و نظر

"نبیوں کا چاند" ؓ

- مرتبہ :- فضل الرحمٰن نعیم ۔ سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ کے ۱۷۶ صفحات ۔ دبیز کاغذ کا مصور سرورق ۔۔۔ کاغذ، کتابت، طباعت معقول ۔ مطبوعہ جاوید پریس کراچی ۔
- ملنے کا پتہ :- اتالیقی منزل ۔ ربوہ
- قیمت :- ایک روپیہ پچھتر پیسے ۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی سیرت پر اب تک دو تین کتب شائع ہو چکی جن میں فاضل مرتبین نے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی سیرت کے دلکش خدوخال کا خاکہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور ان میں سے ہر کوشش اپنی اپنی جگہ پر ایک ایمان افروز افادیت کی حامل ہے لیکن اِن کتب کے باوجود حضرت صاحبزادہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت اُجاگر کرنے کے لئے مزید کام کی ضرورت ہے ۔ کیونکہ ابھی تک سیرت نگاری کا حق ادا نہیں ہوا ، حق ادا کرنے کی کوشش ہوئی ہے ۔

ایسی ہی ایک مختصر سی مگر مؤثر کوشش فضل الرحمٰن صاحب نعیم نے کی ہے ۔ ۱۷۶ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں نوجوان مرتب نے (جو اس سے قبل حضرت میاں صاحبؓ کے تربیتی مضامین کا ایک قیمتی مجموعہ بھی تالیف کر چکے ہیں) خوش اسلوبی کے ساتھ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی سیرت کے بعض پہلوؤں خصوصاً تعلق باللہ، عشقِ رسولؐ ، قرآن مجید اور اسلام سے محبت ، اطاعتِ امام ، احترامِ نظام اور شفقت علیٰ خلق اللہ وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے ۔ اس ضمن میں حضرت میاں صاحبؓ کے اسلوبِ تحریر کی خصوصیات اور احمدی نوجوانوں میں لکھنے کا ذوق پیدا کرنے کے لئے خدمات کا مختصر سا خاکہ بھی پیش کیا ہے ۔ حضرت میاں صاحبؓ کے بعض خطوط کے عکس اور بعض تصاویر بھی کتاب میں شامل ہیں ۔ کتاب کا پیش لفظ مکرم مرزا عبدالحق صاحب صدر نگران بورڈ نے لکھا ہے ۔ مختصر وقت میں حضرت میاں صاحبؓ کی سیرت کے اہم پہلوؤں کا مطالعہ کرنے کیلئے زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ ضروری ہے ۔ تبلیغی زاویۂ نظر سے بھی یہ کتاب اہمیت کی حامل ہے ۔ اس میں اختصار کے ساتھ یہ مواد موجود ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے انبیاء علیہم السلام کے فیوض اور انوار سے حصہ پا کر اپنی حیات کو کس طرح اخلاقِ فاضلہ سے منوّر کیا !! ✦

(ل ۔ م)

Monthly **KHALID** *Rabwah*

OCTOBER 1965 **Regd. No. L 5830**

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا۔